REGD E.P. No 76

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۷۶

جلد ۵ | ۲ر نبوت ۱۳۳۵ھش ۲۹ر ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۱/۲ر نومبر ۱۹۵۶ء

اردو ہندوستان اور وسط ایشیا کے درمیان رابطہ قائم رکھنے والی زبان ہے

اردو پاکستان یا کسی دوسرے ملک کی نہیں بلکہ ہندوستان کی زبان ہے جو کثرت سے بولی جاتی ہے

ہمارا آئینی اور عملی فرض ہے کہ اردو کو ترقی دیں

وزیر اعظم نہرو کا پریس کانفرنس میں حقیقت افروز بیان

نئی دہلی ۲۵ر اکتوبر۔ وزیر اعظم نہرو اردو سے متعلق حکومت یوپی کی پالیسی پسند نہیں کرتے اس کا اظہار آج ان کے اس بیان سے ہوا جو انہوں نے اپنی پریس کانفرنس میں دیا۔ ایک نامہ نگار نے انہیں حکومت یوپی کی اردو کے خلاف پالیسی پر توجہ دلائی تھی۔ جس کے جواب میں انہوں نے اردو کے حق میں ایک حقیقت افروز بیان دیا۔ جس کا دستور میں ذکر ہے اور کہا کہ یہ ہمارا آئینی اور عملی فرض ہے کہ اردو کو ترقی دیں۔ اور اس کی ہمت افزائی کریں۔ اس لئے کہ دستور ہند میں جن چودہ زبانوں کا ذکر ہے اردو اُن میں سے ایک ہے۔"

وزیر اعظم نے حسب ذیل وجوہ کی بنا پر اردو کی ترقی اور اس کی ہمت افزائی کو ضروری قرار دیا:-

(۱) اردو ہماری قومی زبان ہے۔ اور اس کا دستور ہند میں ذکر ہے۔

(۲) اردو کی ترقی سے ہندی کو استحکام حاصل ہوگا۔ اور:۔

(۳) اردو ہندوستان اور وسط ایشیا کے درمیان رابطہ قائم رکھنے کا ذریعہ ہے

نامہ نگار نے وزیر اعظم سے پوچھا کہ "کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ آپ اتر پردیش کی حکومت کی اردو سے متعلق پالیسی سے اتفاق نہیں رکھتے"؟

مسٹر نہرو نے کہا کہ صرف اتر پردیش کا سوال نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اردو ہندوستان کی قومی زبان ہے اور ان چودہ زبانوں میں سے ایک ہے جن کا دستور میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ اردو ہندوستان میں کثرت سے بولی جاتی ہے۔ خود دہلی میں تو اردو کے بہت سے اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ جن کی اشاعت دوسرے اخباروں سے زیادہ ہے۔ ہندو حتیٰ کہ سکھ تک اردو میں اخبارات شائع کرتے ہیں پنجاب میں پچھلے دنوں ہندی اور پنجابی کا تنازعہ چل رہا تھا میں نے دیکھا کہ وہ اردو زبان میں اپنا پروپیگنڈا کر رہے تھے۔ کیونکہ ان کی صحیح زبان اردو ہی ہے۔

وزیر اعظم نے کہا کسی زبان کو دبا کر دوسری کو ترقی نہیں دی جا سکتی۔ اردو کی ترقی اور اس کی ہمت افزائی ہندی کے استحکام کا باعث ہوگی۔ سب زبانیں ایک دوسرے کو مالا مال کرتی ہیں۔ اردو پاکستان یا کسی دوسرے ملک کی زبان نہیں بلکہ ہندوستان کی زبان ہے اردو زبان میں ایک زندگی پائی جاتی ہے اور اس میں ہمیں پرشکوہ الفاظ ملتے ہیں جہاں تک اس کے رسم الخط کا تعلق ہے یہ رسم الخط پورے وسط ایشیا میں اور شمالی افریقہ میں استعمال ہوتا ہے اس لحاظ سے وہ وسط ایشیا اور شمالی افریقہ سے رابطہ قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ وسط ایشیا اور شمالی افریقہ کے بہت سے حصوں میں اردو کو سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص وسط ایشیا میں جائے تو وہاں اسے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اطلاع

ربوہ ۲۷ر اکتوبر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

اخبار احمدیہ | ربوہ ۲۶ر اکتوبر نماز جمعہ کے بعد مجلس انصار اللہ کا دوسرا سالانہ اجتماع شروع ہوا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے مقام اجتماع میں تشریف لا کر انصار اللہ کو ایک گھنٹے کے قریب تک بصیرت افروز خطاب سے نوازا اور ایک پرسوز دعا کے ساتھ اجتماع کا افتتاح فرمایا۔ یہ اجتماع انصار اللہ مرکزیہ کے زیر تعمیر دفتر کے احاطہ میں ہوا۔ جس میں ۹۱ مجالس کے قریباً ۸۰۰ نمائندے شریک ہوئے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کی طرح انصار اللہ نے بھی ایک قرارداد منظور کی۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ سے دلی وابستگی اور گہری عقیدت کا اظہار کیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے انصار اللہ کو کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ کی ترغیب دی۔ قادیان ۲۶ر اکتوبر کل نواب عبد الرحمن خان صاحب امیر جماعت ...

غیر معمولی آفات کے روحانی اسباب

اخبار صدق جدید مجریہ ۱۲ر اکتوبر میں مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی نے "سچی باتیں" کے مستقل عنوان کے ماتحت ایک مفید نوٹ لکھا ہے:۔

"کلکتہ ۳ر اکتوبر۔ حال کے سیلاب سے بنگال کے سات ضلع بردوان، ہنگلی، بیر بھوم، ندیا، مرشد آباد اور چوبیس پرگنہ سخت متاثر ہوئے ہیں۔ ۲۱۰۰ مربع میل کا علاقہ زیر آب ہے۔ ۱۱ لاکھ نفوس بالکل بے گھر ہو چکے ہیں اور ۲۴ لاکھ کی اور آبادی بھی سخت مصیبت کی حالت میں ہے ۸۵ ہزار سے زائد جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ اور مالی نقصان کا تخمینہ صرف مکانات کی مد تک ۱۰۰ کروڑ سے اوپر کا ہے ہزار دس میل مربع تک کھڑی فصلیں برباد ہو چکی ہیں اور زرعی نقصان کا تخمینہ بھی کروڑوں کا ہے۔"

"گورکھپور (یو۔ پی) میں نیا تعمیر شدہ ۷۵ میل لمبا بند ہم جگہ سے ٹوٹ گیا ہے ۵۱۴ گاؤں زیر آب ہیں اور فصلیں بالکل تباہ ہو چکی ہیں۔"

"بمبئی شہر میں شدت بارش سے نقل و حرکت کے سارے ذرائع رک گئے ہیں۔ سواری، بیدل سب کا چلنا پھرنا محال ہو گیا ہے۔"

ہفتوں سے نہیں، مہینوں سے اسی قسم کی خبریں آپ روزانہ اپنے اخبارات میں پڑھ رہے ہیں یا نہیں؟ سیلاب طوفان ہی نہیں، ساتھ ہی ساتھ پردیس کے علاقہ میں خشک سالی، پانی کی نایابی اور قحط بھی! ریلوں کا الٹنا اور پلوں سے گرنا اور مال کے بے اندازہ نقصان کے ساتھ سینکڑوں بلکہ ہزاروں کا جان سے جانا۔ ان سب پر مستزاد کثرت و شدت کے ساتھ اس قسم کے حادثے اب روزمرہ کے واقعات بن چکے ہیں یا نہیں؟ — پھر ان کے اسباب کی طرف کبھی آپ کا ذہن گیا ہے؟ ہر حادثہ کا فوری اور قریبی سبب تو ظاہر ہی ہوتا ہے۔ اور اول نظر میں معلوم ہو جاتا ہے لیکن سطح سے ہٹ کر ذرا گہرائی میں جانا اور فکر کو ذرا دور تک دوڑانا کیا کچھ گناہ ہے؟ کیا آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ یہ کائنات تمامتر مادی ہی قوانین کا مجموعہ ہے اور ان کے عقب میں نہ کوئی قانون ساز ہے اور نہ کوئی حکمت کار فرما ہے؟ کیا آپ کو اس پر کوئی دلیل، عقلی تجربی یا وجدانی ہاتھ آگئی ہے کہ اخلاقی روحانی قوانین اس مادی دنیا پر مطلق اثر انداز نہیں ہوتے؟ — کبھی بہ طور ایک مفروضہ اور احتمال کے تو اسے اپنے دل و دماغ کے سامنے لائیے کہ کہیں ایسا تو نہیں، کہ خود ہماری طرف سے عبدیت میں مسلسل اور بے شمار کوتاہیاں ہی یہ وبالی لائی ہوں اور ربوبیت عامہ کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہو رہی ہوں؟ ... جی ہاں اس میں کیا شک ہے وہ خدا تو اپنی مخلوق سے ماں سے زیادہ پیار کرتا اور اسکی رحمت بے پایاں ہر آن اس کو ڈھانپے رکھتی ہے۔ جب مخلوق کی کوتاہیاں اور اُسکی بدکرداریاں اپنے حق میں اسکی رحمت کو جذب کرنے کی بجائے اُسکے عذاب کو پکارتی ہیں تو بھی بڑے عذاب نازل ہونے سے قبل وہ باقی ...

مختلف علاقوں میں خواہ وہ جس کے ماتحت ہوں یا روس کے، بہت سے لوگ خاص طور پر تاجکستان والے لوگ اردو جاننے والے ملیں گے اسی طرح ہندوستان اور مذکورہ علاقوں کے درمیان اردو ایک مفید کڑی ہے اس لئے ہمارا آئینی اور عملی فرض ہے کہ اسے ترقی دیں۔ اور اس کی ہمت افزائی کریں۔

(الجمعیۃ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۶ء)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان

مجالس سیرت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم

مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۶ء

عام طور پر مسلمانوں کی طرف سے ماہ ربیع الاول میں مجالس سیرت یا جلسہ ہائے میلاد النبی منعقد کئے جاتے ہیں۔ اخبار روشنی بنگلور بابت ۱۸ اکتوبر کے ایک خصوصی اداریہ میں اس قسم کی مجالس کو مسلمانوں کی اصلاح کے سلسلہ چنداں سود مند نہ بن سکنے کا اظہار کرتے ہوئے بالآخر لکھا ہے کہ

"محض یا رسول اللہ یا نبی سلام علیک کی صداؤں سے سنت رسول اللہ زندہ نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے ایک مستقل پروگرام کی ضرورت ہے جس کے تحت عملی کارنامے انجام دیئے جائیں"

یہاں تک تو ہم معاصر کے خیالات کے ساتھ سو فی صدی اتفاق کرتے ہیں۔ مگر کیا ہی اچھا ہوتا جو معاصر اپنے بیان کردہ کسی مستقل پروگرام اور جس قسم کے عملی کارنامے انجام دینے کی ضرورت تھی کے نمونے پیش کرتا تا اس کے قول و فعل میں مطابقت نظر آتی۔ مگر یہ کیا کہ جو جماعت سنت رسول کو زندہ کرنے کے لئے مستقل پروگرام پر عمل پیرا ہے۔ اور اس کی طرف سے وہ عملی کارنامے بھی ایک دنیا کے سامنے ہیں۔ اس کی طرف سے منعقد کی جانے والی ایسی مجالس سیرت کو قابل اعتراض گردانا گیا ہے۔ چنانچہ اوپر کی عبارت کے معاً بعد جن باتوں پر "روشنی" ڈالی گئی ہے وہ بھی ملاحظہ ہوں:-

"وہ ادارے بھی مجلس سیرت مناتے ہیں جن کے ذریعہ اثنا یہ حضور کی سنت و دعوت کے ایک ایک گوشہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ پہلی میں قادیانیوں نے ہر سال تک مجلس سیرت منایہ۔ قادیانی اور مجالس سیرت محمدیہ تو ایسی اتصاف ہے جن کا مقابلہ اگر سپیدی اور سیاہی کے تراز و سے کیا جائے تو بھی کافی نہیں ہے۔ جو محمد رسول اللہ سے منصب نبوت میں اپنے حصہ کا دعویدار ہو اور حضور کی نبوت کو جامع اور آخری ماننے کو تیار نہ ہو اس کی امت کیا مجلس سیرت منعقد کر سکتی ہے۔ وہ تو مجالس سیرت کی آڑ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت باطلہ کی اشاعت کرنا چاہتی ہے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتی ہے"

قطع نظر اس امر کہ اس عبارت میں کس طریق پر احمدیوں کو "قادیانی" کے الفاظ سے یاد کر کے تنابزوا بالالقاب کا غیر اسلامی طریق اختیار کیا گیا ہے یہ بات [illegible] کذب و افترا [illegible] ہے۔ کہ گویا جماعت احمدیہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جامع اور آخری ماننے کو تیار نہیں۔ بلکہ جس طور سے پختہ یقین اور ایمان اس بارہ میں جماعت احمدیہ کو حاصل ہے کسی اور اسلامی جماعت کو اس قدر نہ ہو۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر معاصر جماعت احمدیہ کے متعلق دور از حقیقت اظہار بیان سے قبل اپنے ہی بیان کردہ اصول کے مطابق جماعت احمدیہ کی طرف سے جاری شدہ مستقل پروگرام اور جماعت کے عملی کارناموں پر نظر کر لیتا۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے ایک لمبے عرصہ سے منعقد کئے جاتے ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر موثر رنگ میں روشنی ڈالنے کا طریق رائج کرنے کا فخر اسی جماعت کو حاصل ہے۔ ورنہ عامۃ المسلمین کے نزدیک میلاد النبی کے جلسے ایک رسم کی ادائیگی سے زیادہ اور کسی ضرورت کو پورا نہ کر سکتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدیر روشنی نے ان چند سطور کے ساتھ عوام الناس میں جماعت احمدیہ کے بارہ میں غلط فہمی پیدا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ لیکن جن لوگوں کو غور و فکر کا مادہ دیا گیا ہے اور وہ کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ یہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز ہی کا سنہری کارنامہ ہے جبکہ آپ نے آج سے اٹھائیس سال قبل ۱۹۲۸ء میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر غیر مسلموں کے دلوں میں بٹھانے کی اس تجویز پر اس طرح عمل شروع کیا کہ ۱۹۲۸ء سے لے کر اب تک جماعت احمدیہ کے انتظام کے ماتحت جہاں جہاں احمدی پائے جاتے ہیں ہر سال ایک دن ایسا منایا جاتا ہے جس میں مسلم مقررین کے علاوہ معزز ہندو، سکھ، اور عیسائی صاحبان بھی آپ کی پاکیزہ سیرت پاک تعلیم اور نیک کارناموں کے حالات سناتے ہیں۔ اس سے علاوہ دو روحانی فائدے جو نیک باتوں کو سن کر حاصل ہوتا ہے ایک ملکی فائدہ بھی ہوا۔ کہ غیر مسلموں کو حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقف ہو کر ان کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہونے لگا۔

کاش اگر اس وقت سے تمام مسلم جماعتوں کی طرف سے اس طرز پر جلسہ ہائے سیرت النبی منعقد کرنے کا اہتمام کیا جاتا تو آج [illegible] اپنے ہم وطن غیر مسلم بھائیوں کو دنیا کے [illegible] محسن حقیقی کے بارہ میں بہت کچھ واقف و آگاہ کر چکے ہوتے۔ اور وہ تلخ دن دیکھنے نہ پڑتے جو چند ہی سالوں میں مسلمانوں نے دیکھے

جماعت احمدیہ کا یہ کام نہ صرف اپنے ملک میں عرصہ سے جاری ہے بلکہ جوں جوں یہ جماعت غیر ممالک میں پھیلتی جا رہی ہے جماعت کا یہ امتیازی کارنامہ اس کے ساتھ ساتھ وار رہا ہے۔

بیرونی [illegible] میں سیرت النبی کے بارہ میں وہ مستند اور موثر لٹریچر پھیلایا جا رہا ہے کہ اس کی وجہ سے آج یورپین مفکرین کا اسلام کے بارہ میں انداز فکر ہی بدل چکا ہے اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا ایک مولوی [illegible] کے بارہ میں جو چاہے برا بھلا کہہ لے۔ اور اس کی نیت پر جس طرح چاہے حملہ کرے مگر اصلیت اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ بیرونجات کے لوگ جب جماعت احمدیہ کی بیان کردہ باتوں کو سنتے اور اس کے شائع کردہ لٹریچر کے ذریعہ اسلام کی خوبی اور حضرت بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی سے آگاہ ہوتے ہیں۔ تو انہیں آپ کی غلامی میں آئے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ اس وقت پتہ چلتا ہے کہ کس کے ذریعہ سنت رسول زندہ ہوئی اور کس مستقل پروگرام کے ذریعہ اپنے عملی کارناموں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ان لوگوں کو جکڑ دیا!!

بھارت میں ریاستوں کی تنظیم نو

اور

بھارت واسیوں کا اہم فرض

حصول آزادی کے بعد ملکی نیتاؤں کی شبانہ روز محنت اور کوشش کے نتیجہ میں جس تیز رفتاری سے ہمارا ملک ترقی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے وہ ملا و دجہ خوش کن ہے۔ اور یکم نومبر سے ریاستوں کی تنظیم نو بھی اسی کی ایک سیڑھی ہے امید کی جاتی ہے کہ اس سے ملک کی یکجہتی اور اتحاد کے ایک نئے باب کا آغاز ہوگا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم لوگ خواہ کسی بھی ریاست میں بسنے والے ہوں ہم سب کا ملک ایک ہی ہے اور سبھی اس کی ترقی اور سربلندی میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ ریاستی تقسیم محض تنظیمی کام کو بسہولت چلانے اور ترقی کے زیادہ سے زیادہ مواقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے عمل میں لائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے کسی ملک کو خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے چھوٹے یونٹوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے باشندوں کی مجموعی ذمہ داری اپنے مادر وطن کے لئے اسی طرح قائم رہتی ہے۔ اس لئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم اپنے ہموطنوں کی خدمت میں ایک مختصر مگر مفید لائحہ عمل پیش کرتے ہیں۔

چونکہ ریاستوں کی تنظیم نو کے نتیجہ میں تمام ملک میں ایک نئے جذبہ سے کام کا آغاز ہوگا اس لئے کیا ہی اچھا ہو اگر ہر بھارت واسی خواہ وہ حکومت کا کل پرزہ ہو یا ملک کا عام باشندہ اپنے تمام کاموں میں

"خلوص اور محبت"

کا پاس رکھے۔!!

خلوص سے ہماری مراد یہ ہے کہ جو کام وہ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے سلسلہ میں سرانجام دے اس میں ذاتی اور انفرادی سے کہیں زیادہ ملک کو فائدہ پہنچانا مدنظر ہو۔ اور یہ سمجھے کہ اس کے ہاتھ میں وہ بنیادی پتھر ہے جس سے اس نے اپنے ملک کی ترقی کی عالیشان عمارت بلند کرنی ہے۔

محبت سے مراد وہ نیک جذبہ ہے جس کے ماتحت وہ نتیجہ سے بے نیاز ہو کر مسلسل محنت اور مشقت سے اپنے کام کو کرتا چلا جائے۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ جب یہ دونوں باتیں کسی قوم کا ماٹو بن جاتی ہیں تو اس کی ترقی اور سربلندی میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ جب ایک مزدور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول رہتا ہے اور اسے اپنے حقوق طلب کرنے سے محض اس وجہ سے استغناء حاصل ہوتا ہے کہ اس کا آقا اپنے فرائض کی ادائیگی میں پوری طرح ہی اعلیٰ نمونہ رکھتا ہے تو غریب اور امیر میں جو ایک وسیع خلیج پائی جاتی ہے یکسر معدوم ہو جاتی ہے۔ پھر نہ تو کسی ہڑتال کی ضرورت رہتی ہے اور نہ کسی ایجی ٹیشن کی حاجت!!

جس عالم گیر بے چینی اور کشمکش سے اس وقت ساری دنیا دو چار ہے اور کسی ایک ملک کو اس سے علیحدہ رہنا ممکن نہیں اس کے تحت بھی جو بات کارفرما ہے وہ یہی کہ لوگوں کے دلوں سے حقیقی خلوص اور محبت غائب ہے ہر شخص اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے اور تمام تر وسائل کو اپنے ہی انتفاع کیلئے اپنے گرد سمیٹ لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا نتیجہ ہے جو [illegible]

[illegible]

ہو کر اس امن کی پکار کے باوجود دنیا کو امن کا منہ دیکھنا نصیب نہیں۔ جب تک ترقی یافتہ دنیا کا نظریہ اس طور سے تبدیل نہیں ہو جاتا کہ اپنے حقوق سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ اپنے فرائض کی طرف۔ توجہ دیں ہمارے دنیا حقیقی امن سے محروم ہی رہیگی اور ہمارا ملک بھی۔

خطبہ جمعہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ (مائدہ ع۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اگر کوئی ایک شخص بھی تمہارے دینی نظام سے الگ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسکے بدلہ میں تمہیں ایک قوم دیگا

یہ آیت بتاتی ہے کہ دینی نظام سے الگ ہونیوالوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ مومنین سے کیا سلوک فرماتا ہے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۶ء بنصرہ العزیز

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
ہر نظام اپنے ساتھ اپنے ممبروں کے لئے

کچھ سہولتیں

رکھتا ہے اگر وہ نظام دینی ہو تو اس نظام کو چھوڑنے والا ان تمام سہولتوں سے جو اس نظام میں دینی ترقی اور اس کی اشاعت کے لئے رکھی گئی ہوں محروم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس نظام دینی پر چلنے والے سچے ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ باہر سے اور آدمی لے آتا ہے۔ جو پہلوں کے قائمقام ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یاایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین۔ (مائدہ ع۸)

یعنے اے ایمان والو اگر تم میں سے کوئی ایک شخص بھی تمہارے نظام دینی سے الگ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں

تمہیں ایک قوم دے گا

جو مومنوں کے ساتھ انکسار کا تعلق رکھنے والی اور کفار کی شرارتوں کا نہایت دلیری سے مقابلہ کرنے والی ہوگی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ نظام دینی سے الگ ہونے والوں کے مقابلہ میں ہمارا کیا سلوک ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل بعض مسلمان علماء نے لفظ ارتداد کو ایسا بھیانک بنا دیا ہے۔ کہ وہ بالکل ایک نئی چیز بن گیا ہے۔ حالانکہ

ارتداد کے صرف یہ معنے ہیں

کہ انسان ایک نظام کو چھوڑ کر کسی اور نظام میں شامل ہو جائے۔ خدا تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ایسے آدمی کو قتل کر دیا جائے۔ جیسا کہ بعض مسلمان علماء غلطی سے ایسا سمجھتے ہیں بلکہ اس نے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر واقعہ میں تم مومن ہو تو جو تمہارے نظام کو چھوڑے گا اس کے متعلق تم کو کچھ کرنے کا حکم نہیں بلکہ اس کے متعلق ہم ایک ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہیں اور وہ یہ کہ ایک ایک شخص جو تمہارے نظام کو چھوڑے گا۔ اس کے بدلہ میں ہم ایک ایک قوم کفار میں سے لا کر تمہارے اندر داخل کریں گے۔ جن سے خدا محبت کرے گا۔ اور جو خدا سے محبت کریں گے لیکن مسلمان علماء یہ سمجھتے ہیں کہ نظام دینی سے الگ ہونے والے کی گردن کاٹ دینی چاہیئے حالانکہ اس کی گردن کاٹ دینے سے

اسلام کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے

اسلام کو اس وقت فائدہ ہوگا جب اللہ تعالیٰ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ کے ماتحت اس کی جگہ ایک قوم لے آئے اور مسلمانوں کو زیادہ کر دے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے اس جگہ بیان فرمائی ہے کہ ہم ایک کام اپنے ذمہ لے لیتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم نظام سے بھاگنے والے ایک شخص کی جگہ ایک قوم لے آئیں گے۔

اب دیکھو قرآن کریم کے بیان اور اس زمانہ کے علماء کی تفسیر میں

کتنا عظیم الشان فرق ہے

آجکل علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نظام دینی سے نکل جائے تو اس کے متعلق خدا تعالیٰ پر کوئی فرض عائد نہیں ہوتا۔ ہم پر یہ فرض عائد ہے کہ ہم اسے قتل کر دیں۔ حالانکہ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ اگر نظام دینی کی طرف منسوب ہونے والے لوگ سچے مومن ہیں۔ اور کوئی شخص ان میں سے واقعی طور پر مرتد ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایک نئی قوم مسلمانوں میں داخل کر دیتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ احمدی مرتد ہیں اس لئے واجب القتل ہیں۔

سوچنے والی بات یہ ہے

کہ اگر وہ واقعہ میں مرتد ہیں اور غیر احمدی واقعہ میں سچے مومن ہیں تو اس قرآنی وعدہ کے مطابق ضروری تھا کہ اگر مسلمانوں میں سے پانچ لاکھ احمدی مرتد ہوئے ہیں۔ تو کم سے کم پچاس لاکھ عیسائی یا ہندو مسلمان ہو کر ان غیر احمدیوں میں مل جاتا۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ احمدی مرتد نہیں اور غیر احمدی سچے مومن نہیں۔ اور یا پھر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا نہیں کر سکا اگر دس افراد کی بھی ایک قوم سمجھ لی جائے اور پانچ لاکھ احمدی ان کے خیال میں مرتد ہو گئے تھے۔ تو پچاس لاکھ غیر مذاہب کے لوگ اسلام میں داخل ہو جانے چاہیئے تھے۔ اور اگر پانچ لاکھ احمدیوں کی بجائے پچاس لاکھ غیر مذاہب والے اسلام میں داخل ہو جاتے تو مسلمانوں کو کتنا فائدہ ہوتا۔ اس صورت میں تو انہیں پانچ لاکھ افراد کے احمدی ہو جانے سے ذرہ بھر بھی نقصان نہ ہوتا۔ بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہوتا اور

یہی وہ بشارت ہے

جو اس آیت میں مسلمانوں کو دی گئی ہے اور ان کے حوصلوں کو بلند کیا گیا ہے۔ پھر قوم کا لفظ وسیع ہے۔ ممکن ہے اس سے سو سو افراد کا گروہ مراد ہو۔ اور اگر سو سو مراد لیا جائے تو چاہیئے تھا کہ پانچ لاکھ احمدیوں کے بدلہ میں قرآنی وعدہ کے مطابق پانچ کروڑ ہندو یا عیسائی مسلمان ہو جاتے اور ان پانچ کروڑ کا آنا یقیناً مسلمانوں میں سے پانچ لاکھ غریب زمینداروں کے نکل جانے سے بہت بہتر ہوتا۔ بہرحال خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اگر ایک شخص نظام دینی سے الگ ہو جائے تو وہ اس کے بدلہ میں ایک قوم لایا کرتا ہے۔ اب یہ قوم یا تو ہندوؤں میں سے آتی۔ یا عیسائیوں میں سے آتی۔ دونوں صورتوں میں موجودہ احمدیوں سے بہتر ہوتی۔ کیونکہ یہ دونوں قومیں احمدیوں سے زیادہ مالدار اور طاقتور ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ایک ایک احمدی کے بدلہ میں دس دس ہندو بھی اسلام میں لاتا۔ تو پچاس لاکھ ہندو اسلام میں داخل ہو جاتے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ اس سے مسلمانوں کی کتنی طاقت بڑھ جاتی یا اگر امریکہ اور یورپ سے پچاس لاکھ افراد اسلام میں داخل ہو جاتے تو مسلمانوں کو پانچ لاکھ احمدیوں کا نکلنا جو ان کے خیال میں مرتد ہو گئے ہیں اتنا بھی برا معلوم نہ ہوتا جتنا ایک مچھر کا مر جانا برا معلوم ہوتا ہے۔ اور جس طرح لوگ فلٹ سے مچھر مارنے پر خوش ہوتے ہیں اسی طرح دوسرے مسلمان احمدیوں کے نکل جانے پر خوش ہوتے۔ کیونکہ ادھر ایک احمدی ہوتا اور ادھر انہیں تار آ جاتی کہ امریکہ یا یورپ میں دس عیسائی مسلمان ہو گئے ہیں۔ اب یا تو علماء کا احمدیوں کو مرتد کہنا جھوٹ ہے۔ اور یا نعوذ باللہ قرآنی وعدہ پورا نہیں ہو رہا

قرآن کریم صاف کہتا ہے

کہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔ یعنی وہ مسلمانوں سے کھلے طور پر وعدہ فرماتا ہے کہ ہر مرتد ہو جانے والے شخص کے مقابلہ میں ہم ایک قوم تمہارے اندر داخل کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں کون زیادہ سچا ہو سکتا ہے۔ اگر علماء کے کہنے کے مطابق خدا تعالیٰ نے مرتدین کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو اس حکم کو پورا کرنے کی توفیق شاہ افغانستان کے سوا اور کسی کو نہیں ملی۔ اور پھر خدا تعالیٰ نے کا وعدہ بھی پورا نہیں ہوا۔ کیونکہ کوئی قوم مسلمانوں میں داخل نہیں ہوئی۔ گویا خدا تعالیٰ نے جو بات مسلمانوں کے ذمہ لگائی تھی۔ اسے بھی وہ پورا نہ کر سکے۔ اور جو خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لگائی تھی۔ وہ بھی اس نے پوری نہ کی۔ اگر وہ اپنا وعدہ پورا کرتا۔ تو ایک ایک احمدی کے بدلہ میں دس دس آدمی اسلام میں داخل ہوتے۔ کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان دس دس کفار پر بھاری ہوتا ہے (انفال ع۹) گویا ... کم سے کم دس دس افراد کی قوم ماننی پڑے ... بلکہ اسلامی جنگیں جو عیسائیوں ... تھیں ان میں

ایک ایک مسلمان

ایک ایک ہزار عیسائیوں پر بھی بھاری ہوتا تھا۔ اس طرح پانچ لاکھ احمدی نکل جاتے تو پچاس کروڑ غیر مذاہب والے مسلمان ہو جاتے اور اگر اتنی بڑی تعداد غیر مذاہب والوں کی مسلمان ہو جاتی تو مسلمانوں کی "یوبارہ" ہو جاتے اور وہ یکدم دو گنے ہو جاتے۔ اور عیسائی ان سے بہت کم ہو جاتے۔ بلکہ پچاس کروڑ سے کئی زیادہ غیر مذاہب والے اسلام میں ... ہو سکتے تھے۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض دفعہ دو دو ہزار کے اسلامی لشکر نے لاکھ لاکھ دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اور ان پر فتح پائی ہے۔ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رومی لشکر کی تعداد ۶۰ ہزار تھی اور اس کے مقابلہ میں صرف تیس مسلمان نکلے اور انہوں نے رومی لشکر کو بھگا دیا۔ اس اسلامی لشکر میں ابوجہل کے بیٹے عکرمہؓ بھی شامل تھے۔ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے لئے بڑی بھاری قربانیاں کی ہیں۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔

تاریخ سے ثابت ہے

کہ اس موقعہ پر اصل رومی لشکر کی تعداد بارہ لاکھ تھی۔ اور عیسائی مورخ اس کی تائید کرتے ہیں۔ لیکن ساٹھ ہزار کا لشکر وہ ہے جو آگے آیا تھا۔ تاکہ وہ اسلامی بڑھتی فوجوں کو روکے۔ اس لشکر کے کمانڈر انچیف سے روم کے بادشاہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مسلمان لشکر پر فتح پا لے گا۔ تو وہ اسے اپنی لڑکی کا رشتہ دے دے گا۔ اور آدھا ملک اسے بانٹ دے گا۔ یہ کتنا بڑا لالچ تھا۔ جو اس کمانڈر کو دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود تیس آدمیوں نے اسے بھگا دیا انہوں نے قلب لشکر پر حملہ کر کے کمانڈر کو قتل کر دیا۔ اور اس کے قتل کی وجہ سے سارے لشکر میں بھاگڑ مچ گئی۔ اور وہ تتر بتر ہو گئے غرض ایک ایک مسلمان نے بعض دفعہ دو دو ہزار کافر کا مقابلہ کیا۔ اور انہیں شکست دی ہے۔ اب پانچ لاکھ کو دو ہزار سے ضرب دو تو ایک ارب بن جاتا ہے۔ گویا مسلمانوں کی اس وقت جتنی تعداد پائی جاتی ہے اس میں ایک ارب کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ عام طور پر مسلمان کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کی آبادی ساٹھ کروڑ ہے۔ لیکن عیسائی مورخین چالیس پینتالیس کروڑ کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات جغرافیہ اور حساب کی رو سے غلط ہے۔ لیکن فرض کرو۔

مسلمانوں کی آبادی

پچاس کروڑ ہے۔ تو اگر پانچ لاکھ افراد کے احمدی ہو جانے کے بدلہ میں ایک ارب لوگ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ تو مسلمان موجودہ تعداد سے تین گنا زیادہ ہو جاتے یعنی ایک ارب پچاس کروڑ ہو جاتے۔ اب یا تو یہ کہو کہ قرآن کریم نے نعوذ باللہ ہم سے دھوکہ کیا ہے۔ اور یا یہ سمجھو کہ احمدیوں کو مرتد قرار دینے والے غلطی کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو سچا کہنے والے غلطی کرتے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ سچے مومنوں میں سے حقیقی مرتد ہونے والوں کے بدلہ میں فی شخص ایک قوم قرآنی وعدہ کے مطابق مسلمانوں میں داخل نہیں ہوئی۔ اور جو تھوڑے بہت ہوئے بھی وہ سچے مومنوں کے ذریعہ نہیں ہوئے بلکہ نام نہاد مرتدوں کے ذریعہ سے ہوئے ہیں۔ اگر ان نام نہاد مرتدوں کو قتل کر دیا جاتا تو اتنے لوگ بھی مسلمان نہ ہوتے۔ بہرحال

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے

اگر تم میں سے ایک شخص بھی نظام دینی سے الگ ہوگا۔ تو وہ ایک قوم کو اس کی جگہ لے آئے گا۔ اگر مسلمان قرآن کریم پر غور کرتے اور اس آیت کو سچا سمجھتے۔ تو وہ سمجھ لیتے کہ احمدیوں کو مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو ایک شخص ماریں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم ایک ایک بدلے ایک ایک قوم لائیں گے۔ گویا اگر ایک شخص احمدی ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں انہیں ایک قوم دیتا۔ جو ان کے لئے بہرحال بہتر ہوتی۔

آج کل چونکہ ہماری جماعت میں بھی ایک فتنہ شروع ہے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے دوستوں سے بھی کہتا ہوں۔ کہ اصل طریق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو۔ کہ وہ تمہیں سچا مومن بنائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا مومن بنا دیا۔ تو اگر جماعت سے دو شخص نکلیں گے۔ تو وہ ہزاروں آجائیں گے پچھلے دو [..] ہزار آدمی ہماری جماعت سے نکلے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی تعداد ان کے بدلہ میں ہمیں دیدی۔ چنانچہ ایک ہزار سے زیادہ افراد ہماری جماعت میں پچھلے دنوں داخل ہو چکے ہیں۔ اور تازہ اطلاعات جو غیر ملکوں سے آ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انتہائی مشرقی ممالک میں ایک بڑی تعداد کی احمدیت میں داخل ہوئی ہے۔ جو ان نکلنے والے آدمیوں سے بہت زیادہ ہے۔ پس خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے

کہ قرآن کریم کی تحریف کے خلاف نئے معنے نہ کئے جائیں۔ قرآن کریم کہتا ہے۔ کہ اگر واقعہ میں کوئی شخص نظام دینی سے الگ ہوتا ہے تو ہم اس کے بدلہ میں ایک قوم لاتے ہیں۔ اب اگر تم واقعہ میں کسی کو مرتد سمجھتے ہو۔ تو دیکھو کہ قرآنی وعدہ کے مطابق اس کے بدلہ میں ایک قوم آئی ہے یا نہیں اگر اس کے بدلہ میں ایک قوم آگئی ہے۔ تو وہ واقعہ میں مرتد ہے اور اگر اس کے بدلہ میں ایک قوم نہیں آئی تو وہ مرتد نہیں اور اگر کوئی شخص قرآن کریم کی رو سے مرتد نہیں۔ اور تم اسے مرتد کہتے پھرتے ہو تو یہ قرآن کریم کی تضحیک ہے۔ کیونکہ ایک طرف تم اسے مرتد کہتے ہو۔ اور دوسری طرف تمہیں اس کے بدلہ میں کوئی قوم نہیں ملی۔ اور اس طرح قرآنی وعدہ جھوٹا ماننا پڑتا ہے۔ پھر ہمیں

یہ بھی سوچنا چاہیئے

کہ قرآن نے یہ نہیں کہا۔ کہ مرتد کو قتل کر دو اس نے صرف اتنا کہا ہے کہ اگر کوئی نظام دینی سے الگ ہو جائے۔ تو اس کے جانے پر ہم ایک کام کریں گے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم ایک نئی قوم کو مسلمان کر دیں گے۔ مولوی کہتے ہیں کہ اسلام میں مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے کہ قرآن کریم میں تو انہیں تھپڑ مارنے کا بھی حکم نہیں۔ قرآن کریم نے صرف اتنا کہا ہے کہ فسوف یاتی اللہ بقوم اگر وہ واقعہ میں مرتد ہے۔ تو ہم اس کے بدلہ میں ایک نئی قوم اسلام میں داخل کر دیں گے "سوف" عربی زبان میں زور دینے کے لئے بھی آتا ہے۔ گویا اس آیت کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ ہم کوئی معمولی بات نہیں کہتے۔ بلکہ ہم ضرور ایک قوم لا کر چھوڑیں گے۔ لیکن

عجیب بات یہ ہے

کہ ان علماء کے نزدیک پانچ لاکھ احمدی مسلمانوں میں سے مرتد ہو گیا مگر ان کے پاس اللہ تعالیٰ نے کوئی قوم نہ لایا۔ بلکہ ایک کے بدلہ میں ایک آدمی بھی انہیں نہ ملا۔ اور پانچ لاکھ عیسائی یا ہندو بھی ان میں شامل نہ ہوا۔ حالانکہ اگر واقعہ میں پانچ لاکھ مسلمان احمدی ہو کر مرتد ہو گیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کم از کم پچاس لاکھ مسلمان اور لے آتا۔ بلکہ اگر اس بات کو دیکھا جائے کہ کسی زمانہ میں ایک ایک مسلمان دو دو ہزار آدمیوں پر بھی بھاری تھا۔ تو ایک شخص کے الگ ہو جانے پر خدا تعالیٰ دو ہزار لوگ اسلام میں داخل کر دیتا۔ اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد دو ارب کے قریب ہو جاتی اور ایک ایک ہندو اور بدھ کے مقابلہ میں دو دو مسلمان پیش کئے جا سکتے۔ اور اس طرح دنیا کا نقشہ بدل جاتا۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں اگر ایسا ہوتا تو یہی مولوی ہمارے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتے خدا کے لئے پانچ لاکھ اور احمدی بناؤ۔ تاکہ ایک ارب اور مسلمان ہو جائیں۔ اور اگر وہ آجاتے تو وہ پانچ لاکھ اور احمدی بنا دینے کی درخواست کرتے۔ تاکہ ایک ارب اور مسلمان ہو جاتے۔ اور اگر موجودہ تعداد سے تین گنا احمدی ہوتے۔ تو دنیا کے چپہ چپہ پر مسلمان پھیلے ہوئے ہوتے۔ اور آج دنیا میں کوئی ہندو۔ عیسائی۔ بدھ۔ شنٹو ازم کا پیرو اور کنفیوشس کا ماننے والا نظر نہ آتا۔ سارے مذاہب ختم ہو جاتے۔ غرض یہ آیت مسلمانوں کے لئے

ایک بہت بڑی خوشخبری

کی حامل ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بعض علماء نے اسے انذار کی آیت سمجھ لیا۔ حالانکہ یہ آیت مسلمانوں کی ترقی کا راستہ کھولتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ہمیں ارتداد کی صرف ایک مثال نظر آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ کے زمانہ میں آپؐ کا کاتب وحی مرتد ہو گیا۔ لیکن اس کے بدلہ میں خدا تعالیٰ نے تھوڑے ہی دنوں میں سارے مکہ کو مسلمان کر دیا۔ ہم بھی دیکھتے ہیں۔ کہ جماعت میں سے ایک دو آدمی نکلتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ معاً بعد ایک قوم لانی شروع کر دیتا ہے۔ اور ہم بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت ہماری جماعت سے جو لوگ علیحدہ ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق تو ہم سمجھتے ہیں۔ کہ وہ سخطۃ لدینہ نہیں نکلے۔ اس لئے ہم انہیں مرتد نہیں کہہ سکتے۔ درحقیقت ایک شخص تو مرتد ہوتا ہے۔ اور ایک

بمنزلہ مرتد ہوتا ہے۔

اگر کوئی جماعت سے علیحدہ ہوتا ہے تو وہ بمنزلہ مرتد ہوتا ہے۔ مگر وہ اس وقت کہلائے گا جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھوٹا کہنے لگ جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص سخطۃ لدینہ نکلے تو ہمیں یقین ہے کہ اس کے بعد سینکڑوں لوگ ہماری جماعت

ہی داخل ہوجائیں گے۔ بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کے بدلہ میں بھی جو بمنزلہ مرتد ہوتے ہیں۔ سینکڑوں لوگ احمدیت میں داخل ہوجاتے ہیں۔ مثلاً

پیغامیوں کو لے لو

ہم انہیں مرتد نہیں کہتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ تو ہم انہیں مرتد کیسے کہہ سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہیں گے کہ وہ بمنزلہ مرتد کے ہیں۔ کیونکہ وہ بعض نظاموں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کئے ہیں۔ توڑنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے علیحدہ ہونے کے بعد بھی تم دیکھ لو۔ جماعت کو خدا تعالےٰ نے کس قدر بڑھا دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے آخری جلسہ میں یہ لوگ بھی شامل تھے۔ لیکن اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد گیارہ بارہ سو تھی۔ لیکن اب جلسہ سالانہ کے موقع پر

ساٹھ ستر ہزار

لوگ آجاتے ہیں۔ بلکہ ہندوستان جس کو جماعت چھوڑ چکی ہے۔ اس میں قادیان کے سالانہ جلسہ پر بھی اس جلسہ سے زیادہ لوگ ہوتے ہیں جو کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری سال ہوا تھا۔ پس دیکھو کہ خدا تعالےٰ نے جماعت کو کس قدر بڑھا دیا۔ ان میں سے ایک ایک کے جانے کے بعد خدا تعالےٰ نے جماعت کو پندرہ پندرہ بیس بیس آدمی دے دیئے۔ پھر ابھی جماعت بڑھ رہی ہے۔ کوئی بعید نہیں۔ کہ کچھ عرصہ کے بعد جماعت اس قدر بڑھ جائے۔ کہ موجودہ جماعت کو اس کے مقابلہ میں وہی نسبت ہو۔ جو ریت کے ذروں کے سامنے ایک کنکر کو ہوتی ہے۔ غرض اس قرآنی آیت نے

مسئلہ ارتداد

کو بالکل حل کر دیا ہے۔ اور بتا دیا ہے کہ مرتد کس کو کہتے ہیں اور سچا مومن کس کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اگر جماعت مسلمہ سچے مومنوں پر مشتمل ہو۔ اور کوئی شخص ان میں سے واقعی مرتد ہو جائے۔ تو فوراً اللہ تعالےٰ اس کی جگہ پر ایک نئی قوم مسلمانوں میں داخل کر دے گا۔ اگر کسی جماعت میں سے کوئی شخص سخطۃً لدینہٖ نکل جائے اور جماعت میں تبلیغ کا جوش پیدا نہ ہو۔ تو درحقیقت وہ قوم یا جماعت سچی مومن نہیں کہلائے گی۔ کہ ایک مرتد کو دیکھنے کے بعد بھی اس کے اندر دینی غیرت پیدا نہ ہوئی۔ مگر چونکہ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ علیحدہ ہونے والے سخطۃً لدینہٖ نہیں نکلے۔ اس لئے ان میں

تبلیغ کا جوش

بھی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ دیکھ لو۔ مولوی تو کہتے ہیں احمدی مرتد ہیں۔ مگر عوام الناس کا احمدیوں میں تبلیغ کرنے کا جوش پیدا نہیں تھا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ہم سے زیادہ اچھے مسلمان ہو گئے ہیں۔ اگر عوام الناس کو واقعہ میں یہ یقین ہوتا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں رہے۔ تو وہ سارے کے سارے تبلیغ میں لگ جاتے۔ اور احمدیوں سے زیادہ عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کھینچ کر لے آتے۔ لیکن ان کا جوش میں نہ آنا صاف بتاتا ہے۔ کہ وہ ہم کو مرتد نہیں سمجھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو اسلام پر زیادہ پکے ہو گئے ہیں جیسے پچھلی دفعہ ۱۹۵۳ء میں جب مار مار کر بعض احمدیوں سے کہلایا گیا کہ احمدیت جھوٹی ہے تو ایک بوڑھے احمدی سے بھی ڈرا دھمکا کر یہ کہلوا لیا گیا۔ کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ وہ لوگ اپنے مولوی کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے مبارک ہو۔ ایک احمدی کو ہم نے پھر مسلمان کر لیا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ تم بڑے بیوقوف ہو۔ تم نے کچھ نہیں کیا۔ وہ اسی طرح احمدی ہے۔ جیسے پہلے تھا۔ کہنے لگے نہیں۔ ہم نے اس سے کہا۔ توبہ کر۔ تو اس نے فوراً توبہ کر لی۔ کہنے لگا کیا احمدی توبہ نہیں کرتے۔ وہ تو روزانہ توبہ کرتے ہیں۔ اس لئے اگر اس نے توبہ کی۔ تو اپنے مذہب کے مطابق کی۔ اگر تم سچے ہو۔ تو اس کو جاکر کہو۔ کہ میرے پیچھے آکر نماز پڑھے۔ تب سمجھا جائے گا کہ اس نے احمدیت سے توبہ کی ہے۔ وہ لوگ پھر اس کے پاس گئے۔ تھا تو وہ کمزور اور بوڑھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اسے

ایمانی عقل

اسے دی ہوئی تھی۔ جب دوبارہ لوگ اس کے پاس گئے۔ تو اس نے کہا۔ توبہ تو میں نے کر لی تھی۔ پھر اب کیوں آئے ہو۔ کہنے لگے ہمارے مولوی نے کہا ہے کہ تم میرے پیچھے آکر نماز پڑھو۔ تب ہم سمجھیں گے کہ تم نے توبہ کی ہے۔ کہنے لگا یہ غلط بات ہے۔ دیکھو نماز پڑھنے کے متعلق تو مرزا صاحب بھی کہا کرتے تھے۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ حج کرو۔ زکوٰۃ دو۔ شراب نہ پیئو۔ چوری نہ کرو جھوٹ نہ بولو۔ میں نے سمجھا تھا۔ اب تمہارے کہنے سے میں نے توبہ کر لی ہے۔ تو اب سب ممنوع کام جائز ہو گئے ہیں۔ اب آئندہ شراب بھی پئیں گے۔ کنجروں کا ناچ بھی کرائیں گے جھوٹ بھی بولیں گے۔ چوریاں بھی کریں گے لوگوں کا مال بھی کھائیں گے۔ زکوٰۃ بالکل نہیں دیں گے۔ نماز کے قریب نہیں جائیں گے۔ لیکن تم پھر آگئے ہو نماز پڑھوانے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ پھر توبہ کس بات سے تھی۔ یہ بات جو اب تم مجھ سے کہلانا چاہتے ہو۔ یہ تو مرزا صاحب بھی کہا کرتے تھے۔ وہ لوگ مایوس ہو کر پھر مولوی کے پاس گئے اور اسے سارا قصہ سنایا۔ اس نے کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ بڑے چالاک ہوتے ہیں۔ اس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔ تو

بات یہی ہے

کہ اگر واقعہ میں احمدی ہونے سے لوگ مرتد ہوتا ہو۔ تو خدا تعالےٰ ایک ایک شخص کے بدلہ میں ایک ایک قوم لے آتے۔ لیکن لوگ جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص احمدی ہو جاتا ہے۔ تو وہ بعد میں پکا مسلمان ہو جاتا ہے۔ میں نے کئی دفعہ سنایا ہے۔ کہ اس علاقہ کا ایک غریب سا احمدی ہے۔ اس کا سارا خاندان کٹر غیر احمدی تھا۔ جب وہ احمدی ہوا تو انہوں نے اُسے خوب مارا۔ اور کہا۔ تم کافر ہو گئے ہو۔ لیکن احمدی ہو جانے کے بعد اس میں سچ بولنے کی عادت پیدا ہو گئی۔ اور آہستہ آہستہ اس کے متعلق سارے علاقہ میں مشہور ہو گیا کہ یہ شخص سچ بولتا ہے۔ اس علاقہ میں چوریاں بہت ہوتی ہیں۔ اس کے بھائی بند جانور چُرا لایا کرتے تھے۔ جس شخص کی چوری ہوتی۔ وہ وہاں آکر کہتا۔ کہ اگر یہ شخص کہہ دے کہ تم نے چوری نہیں کی۔ تو ہم مان لیں گے۔ ورنہ ہم نہیں مانیں گے۔ ایک دفعہ اس کے بھائی ایک بھینس چرا کر لائے۔ سارے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ کھُرا تمہارے ہاں نکلتا ہے بھینس تم چُرا کر لائے ہو۔ اس لئے بھینس دے دو۔ انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم۔ ہم نے بھینس چوری نہیں کی۔ کہنے لگے

تمہاری کون مانتا ہے

تم جھوٹے اور دھوکہ باز ہو۔ فلاں شخص کو لاؤ۔ وہ کہہ دے کہ تم نے چوری نہیں کی تو ہم مان لیں گے۔ انہوں نے کہا۔ اس کو ہم کیسے لائیں۔ وہ تو ہمارے ساتھ ہی نہیں انہوں نے کہا جب تک تم اسے نہیں لاؤ گے بات نہیں بنے گی۔ چنانچہ وہ گئے۔ اور اس احمدی کو خوب مارا۔ اور کہنے لگے چل اور گواہی دے۔ جب وہ باہر آیا۔ تو کہنے لگے۔ بتاؤ کیا ہم نے بھینس چرائی ہے۔ وہ کہنے لگا چرائی تو ہے۔ انہوں نے اسے پہلے تو گھر لا کر خوب مارا۔ پھر واپس آکر خوب مارا۔ اور کہنے لگے تم نے یہی گواہی کیوں دی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ جب بھینس مجھے نظر آ رہی تھی۔ تو میں کیسے کہتا۔ کہ تم نے چوری نہیں کی آخر تنگ آکر وہ باہر آئے۔ اور کہنے لگے۔ یہ مرزائی کافر ہے۔ اس کی گواہی کا کیا اعتبار ہے۔ تم ہماری بات سنو۔ ہم قسم کھا جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ تمہارا قسم کھانا ہمیں اعتبار نہیں۔ یہ ہے تو کافر لیکن بولتا سچ ہے تو ساری دنیا مانتی ہے کہ یہ کافر سچے ہیں۔ بہ کافر بڑے نیک ہیں۔ یہ جو بات کہیں گے۔ صحیح کہیں گے۔ پس

حقیقت یہی ہے

کہ عام مسلمان تو ہمیں پکے مسلمان سمجھتے ہیں۔ صرف کچھ مولوی ہیں جو ہمیں کافر کہتے ہیں۔ اور ان مولویوں کی عوام کے مقابلہ میں تعداد کے لحاظ سے نسبت ہی کیا ہے۔ مولویوں کی تعداد پاکستان میں پانچ چھ سو ہوگی۔ جو احمدیوں سے بھی کئی حصے تھوڑے ہیں۔ اگر تمام مسلمان ہمیں مرتد سمجھتے۔ تو ان میں

تبلیغ کا جوش

پیدا ہو جاتا اور وہ ہم میں سے کئی افراد کو واپس لے جاتے۔ اور پھر دوسری اقوام سے بھی

ایک بہت بڑی تعداد

کو اسلام میں داخل کر لیتے۔ لیکن ان لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کا جوش بھی پیدا نہیں ہوا جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ ہمیں پکے مسلمان خیال کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے انہیں احمدیت سے مرتد کروا لیا تو یہ خراب ہو جائیں گے۔ اور احمدیت کے قبول کرنے کی وجہ سے جو خوبیاں ان میں پیدا ہو چکی ہیں وہ بھی باقی رہیں گی۔ لاہور میں میرے پاس ایک دفعہ ایک غیر احمدی مولوی رات کے دس بجے آیا۔ اور اس نے مجھے کہا کہ آپ نے یہ درست نہیں کیا کہ اپنی جماعت کے لوگوں کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کر دیا ہے۔ اگر آپ انہیں ہمارے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں تو

مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو جائیگا

اور ان کی طاقت بڑھ جائے گی۔ میں نے کہا مولوی صاحب یہ فرمایئے۔ کہ آپ رات کے دس

بچے میرے پاس آئے ہیں اس لئے کہ میں اگر احمدیوں کو آپ لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے کی اجازت دے دوں گا۔ تو ان کی طاقت بڑھ جائے گی۔ ہم تو تھوڑے سے ہیں۔ پھر ہمارے شامل ہونے سے آپ کی طاقت کیسے بڑھے گی۔ بتایئے ہم تھوڑے ہیں یا نہیں کہنے لگا ہیں تو تھوڑے۔ لیکن آپ تبلیغ بہت کرتے ہیں آپ اگر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں۔ تو ان کی طاقت بڑھ جائے گی۔ میں نے کہا کہ اگر ہم تبلیغ کرتے رہے اور وہ مسلمان ویسے کے ویسے رہے تو اس سے مسلمانوں کو کیا ترقی مل جائے گی۔ اور اگر ہم تھوڑے سے لوگوں نے ان کے اثر کو قبول کر لیا اور تبلیغ ترک کر دی۔ تو جو فائدہ اس وقت اسلام کو پہنچ رہا ہے وہ بھی جاتا رہے گا آپ یہ دیکھیں کہ ہم بھی انہی میں شامل ہو گئے

حضرت مرزا صاحب

کے ماننے سے ہمارے اندر جوش پیدا ہوا اور ہم نے تبلیغ شروع کر دی۔ ان کے اندر مل گئے۔ تو ہمارا یہ جوش جاتا رہے گا۔ اور اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اس پر وہ بے ساختہ کہنے لگا میں اپنی بات واپس لیتا ہوں۔ آپ اپنے لوگوں کو ہمارے پیچھے بالکل نماز نہ پڑھنے دیں۔ کیونکہ اگر انہوں نے تمام مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ واقعہ میں خراب ہو جائیں گے۔ اور ان کا اثر قبول کریں گے۔ غرض قرآن کریم بتاتا ہے۔ کہ اگر مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی نظام دین سے الگ ہو جائے۔ تو ہم اس کے بدلہ میں مسلمانوں کو ایک قوم دیا کرتے ہیں۔ اس آیت کے مطابق اگر واقعہ میں احمدی مرتد ہیں تو چاہئے تھا کہ احمدیوں کے مقابلہ میں ایک ارب غیر مسلم مسلمانوں میں شامل ہو جاتے یا کم سے کم پچاس لاکھ غیر مسلم ان میں شامل ہوتا چاہئے تھا۔ مگر پچاس لاکھ تو جانے دو ان میں پانچ ہزار بھی نہیں آیا۔ اور جو آیا ہے وہ بھی ہمارے ہاتھوں سے آیا ہے۔ یعنی عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ بھی ہم مرتدوں کے ذریعہ ہوئے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے یہ کہا تھا کہ ہم ان کے بدلہ میں لائیں گے یہ نہیں کہا تھا کہ ان کے ہاتھوں سے لائیں گے۔ لیکن

واقعہ یہ ہوا

کہ ان مرتدوں کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ دوسری قوموں سے لوگوں کو اسلام کی طرف لا رہا ہے۔ اور اگر جماعت احمدیہ کے افراد اپنے ایمانوں پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اور خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ان کے شامل حال رہی تو برابر آتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ وہ دن آ جائے گا کہ دنیا میں ایک ہی خدا ہوگا اور ایک ہی رسول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی رسالت نہیں ہوگی اور خدائے واحد کے سوا کسی کو خدا کے نام سے یاد نہیں کیا جائے گا اور غیر مذاہب والے بالکل ادنےٰ قوموں کی سی حیثیت اختیار کریں گے۔ لیکن اس دن کے آنے کے لئے

ضروری ہے

کہ احمدی اپنے ایمان میں پکے ہو جائیں۔ جوں جوں وہ اپنے ایمان میں پکے ہوتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ عیسائیوں اور ہندوؤں کو مسلمان بناتا چلا جائے گا۔ اور اب بھی وہ انہی کے ہاتھوں سے انہیں مسلمان بنا رہا ہے جس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ انہیں مرتد کہنے والے غلطی خوردہ ہیں۔ ہم تو مرتد کو واجب القتل نہیں سمجھتے بلکہ اسے ایک تھپڑ مارنا بھی جائز نہیں سمجھتے مگر غیر مسلموں کو کلمہ پڑھوانے کی اگر کہیں ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس وقت ہم لوگ ہی کام آتے ہیں عام مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں ملتی کہ وہ غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ کسی ادنےٰ قوم میں سے ایک غریب عورت اپنے بچے کو لائی اسے سل کا مرض تھا۔ اس نے درخواست کی کہ اس کا علاج بھی کریں اور اسے کسی طرح کلمہ بھی پڑھا دیں۔ وہ لڑکا بڑا پکا عیسائی تھا۔ وہ کہتا کہ میں تو مسلمان نہیں ہوں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے اسے بڑا سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ ایک دن آدھی رات کو اٹھ کر وہ بٹالہ کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں عیسائیوں کا مشن تھا۔ ماں کی آنکھ کھل گئی تو وہ آدھی رات کو گیارہ میل تک جنگل میں سے اس کے پیچھے گئی۔ اور اسے پکڑ کر واپس لائی۔ مجھے یاد ہے میں چھوٹا تھا وہ آئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں گر گئی اور کہنے لگی۔ میں آپ سے کچھ نہیں مانگتی۔ یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ یہ بچ جائے۔ گو میری خواہش ہے کہ یہ بچ جائے تو اچھا ہے۔ لیکن اگر یہ اچھا نہیں ہو سکتا تو بے شک یہ اچھا نہ ہو۔ میری خواہش صرف اتنی ہے کہ یہ کلمہ پڑھ کر مرے۔ آپ کسی طرح اسے کلمہ پڑھوا دیں۔ پھر بے شک مر جائے میں سمجھوں گی کہ میرا بیٹا بچ گیا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی اس خواہش کو قبول کر لیا۔ یا تو وہ لڑکا بڑا سنگدل تھا اور یا مرنے سے دو تین دن پہلے کہنے لگا۔ میری سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے کہ اسلام سچا ہے۔ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا اور پھر چند دن کے بعد فوت ہو گیا۔ اب دیکھو اگر کسی غیر مسلم کو کلمہ پڑھانا ہوتا ہے تو لوگ ہمارے پاس آتے ہیں کیونکہ کافر کو کلمہ پڑھانا بھی آسان کام نہیں کلمہ پڑھانا بھی کسی ہنرمند کو ہی آتا ہے۔

کہتے ہیں

کسی پٹھان کا لڑکا تلوار نکال کر ایک ہندو سے کہنے لگا کہ پڑھ کلمہ۔ پہلے تو وہ بہانے بناتا رہا کہ میں ہندو ہوں میں کلمہ کیسے پڑھوں مگر پٹھان کہنے لگا اگر تم نے کلمہ نہ پڑھا۔ تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اس پر وہ کہنے لگا خان صاحب مجھے تو کلمہ آتا نہیں میں کلمہ کیسے پڑھوں۔ آپ پڑھتے جائیں۔ تو میں دہراتا جاؤں گا۔ کہنے لگا خو تمہارا قسمت خراب تھا کلمہ مجھے بھی نہیں آتا ورنہ آج تو ضرور مسلمان ہو جاتا۔ تو کلمہ پڑھانا بھی ہر ایک کا کام نہیں کلمہ پڑھوانے کے لئے بھی ایک جوش ہوتا ہے۔ ۱۹۲۴ء میں

جب میں انگلستان گیا

تو خالد شیلڈرک ایک بڑا مخلص نو مسلم تھا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ خواجہ صاحب کے ذریعہ مسلمان ہوئے تھے۔ کہنے لگا نہیں میں نے پھر پوچھا کیا آپ عبداللہ کوئلم کے ذریعہ مسلمان ہوئے تھے۔ کہنے لگا نہیں میں نے کہا پھر کس کے ذریعہ مسلمان ہوئے تھے۔ کہنے لگا عبداللہ سہروردی صاحب کے ذریعہ سے مسلمان ہوا تھا۔ عبداللہ سہروردی صاحب موجودہ وزیر اعظم پاکستان کے چچا تھے۔ کہنے لگا وہ بیرسٹری میں پڑھتے تھے۔ لیکن انہیں تبلیغ کا جنون تھا۔ وہ رات دن تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ میں انہی کے ذریعہ مسلمان ہوا ہوں۔ اب دیکھو وہ ایک طالب علم کے ذریعہ مسلمان ہوا تھا۔ کیونکہ اسے کلمہ پڑھوانا آتا تھا۔ عبداللہ سہروردی صاحب میں تبلیغ کا اتنا جوش تھا کہ وہ شملہ میں ہمیشہ مجھے ملا کرتے اور کہتے میری خوش قسمتی ہے کہ آپ شملہ آ گئے ہیں اب میں آپ سے تبلیغ کا پروگرام بنوانا چاہتا ہوں تاکہ میں باہر کسی ملک میں نکل جاؤں اور تبلیغ کروں۔

پس کلمہ پڑھوانا بھی

ایک بڑا کام ہے

جس کے دل میں اللہ تعالیٰ جوش ڈال دے وہی کلمہ پڑھوا سکتا ہے۔ ورنہ اور لوگوں کو تو اس پٹھان کی طرح یہی کہنا پڑتا ہے کہ کلمہ تو ہمیں بھی نہیں آتا ہم تمہیں کیا مسلمان بنائیں

پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نظام دین سے الگ ہونے والوں کی تعریف کر دی ہے۔ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبہم ویحبونہٗ کہ اگر کوئی نظام دین سے الگ ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایک قوم لے آتا ہے۔ اگر قوم لے آئے تو معلوم ہوا کہ وہ مرتد ہے۔ اور اگر قوم نہ لائے تو معلوم ہوا کہ الگ ہونے والا مرتد نہیں۔ اور اس جماعت کے افراد سچے مومن نہیں۔ گر الگ ہونے والا مرتد ہوتا اور اس جماعت کے افراد سچے مومن ہوتے تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ ضرور ایک قوم لے آتا ورنہ جھوٹا ٹھہرتا اور خدا تعالیٰ جھوٹا نہیں بلکہ سب سچوں سے زیادہ سچا ہے تو معلوم ہوا کہ ہمیں مرتد کہنے والے غلطی پر ہیں۔ اگر ہم واقعہ میں مرتد ہوتے۔ تو خدا تعالیٰ ہماری جگہ پر عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے لوگوں کو مسلمان بناتا۔ لیکن وہ ہماری جگہ نہیں بناتا بلکہ وہ ہمارے ہاتھ سے بناتا ہے۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ہمارے خلاف ارتداد کا فتویٰ دینے والے علماء غلطی پر ہیں۔ اور یہ آیت اگر اس کا مفہوم احمدی یاد رکھیں۔ تو احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ایک بڑی بھاری

فیصلہ کن دلیل ہے

ایسی دلیل جو ارتداد کا مسئلہ بالکل حل کر دیتی ہے۔ مگر افسوس کہ آج تک احمدیوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

خلاصہ کارروائی جلسہ سالانہ قادیان دارالامان

منعقدہ ۱۲/ ۱۳/ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۵۶ء

ناموافق حالات میں غیر معمولی کامیابی! اللہ تعالیٰ کی نصرت کے نظارے

روحانیت سے پُر تقریریں علمی اور تاریخی مضامین

خلافتِ حقّہ کے ساتھ عقیدت اور فتنہ منافقین سے بیزاری کا ریزولیوشن

احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں ہندوپاکستان کے مخلصین کا غیر معمولی اجتماع

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب معاون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

(۲)

جلسہ کا دوسرا دن ۔ احمدیہ جلسہ گاہ میں

اور خدا کے فضل سے ۱۳ر اکتوبر کا جلسہ صبح دس بجے زیر صدارت حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب سلمہ اللہ ٹھیک دس بجے جلسہ گاہ میں شروع ہوا۔ ہر دو جلسہ گاہوں میں لاؤڈ سپیکر کا الگ الگ انتظام تھا کیونکہ آج مستورات جلسہ کی کارروائی الگ ہونا تھی۔

پہلا اجلاس تلاوتِ قرآن کریم اور نظم کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ "اسلام اور کمیونزم" کے موضوع پر مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ نے نہایت مدلل اور مؤثر تقریر فرمائی۔ آپ نے اپنی ایک گھنٹہ کی تقریر آج کے معاشی مسئلہ کے حل کے متعلق کمیونزم کی ناکامی اور اسلام کی کامیاب تعلیم پر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ کمیونسٹ ممالک میں مساوات کا جو پراپیگنڈا کیا جاتا ہے وہ سب ایک تصنع اور ڈھونگ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ چین اور روس میں بھی درجہ بندی اور طبقاتی امتیاز موجود ہے۔ درجہ بندی اور طبقاتی درجات فطری چیزیں ہیں۔ اور ساری دنیا کے انسانوں کو ایک سطح پر نہیں لایا جا سکتا کیونکہ ان سب کی استعدادیں مختلف ہیں۔ کمیونزم تو یہ کہتا ہے کہ ہر شخص کی ضرورت کو پورا کرو مگر اسلام یہ کہتا ہے کہ ہر شخص کو اس کی محنت اور استعداد کے مطابق دو۔ گو اسلام کم استعداد والے طبقہ کو بعض دوسرے ذرائع مثلاً زکوٰۃ وغیرہ سے امداد کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد مکرم شیخ عبدالقادر صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ نے "میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے اسلامی تعلیم کو فطرت کے عین مطابق قرار دیتے ہوئے پون گھنٹہ تقریر فرمائی اور اس کے ساتھ ہی پہلے اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔

دوسرا اجلاس دوسرا اجلاس ۲½ بجے بعد دوپہر زیر صدارت حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی قادیان کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد محترم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل دہلی نے "شرک کی ماہیت اور اس کے نتائج" پر تقریر فرمائی۔ آپ نے سورۂ اخلاص کی لطیف تفسیر بیان فرمائی اور شرک کے نقصانات اور توحید کے فوائد بیان کئے۔

مولوی بشیر احمد صاحب کی تقریر کے بعد صاحب صدر نے قادیان کی جماعت کی طرف سے خلافت ثانیہ کے ساتھ عقیدت اور وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے برکاتِ خلافت پر مختصر سی تقریر فرمائی۔

اس کے بعد محترم جناب چوہدری اسداللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور نے "اسلامی اصول کی برتری" کے موضوع پر ایک گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر نہایت فاضلانہ تھی۔ سامعین نے اس تقریر کو نہایت توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنا۔ بالخصوص اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ نے تو اس بات کی بہت زیادہ تعریف کی۔ آپ نے اسلامی تعلیمات و اخلاق کا تدریجی خاکہ ایسے پیرایہ میں کھینچا کہ سامعین ہمہ تن گوش ہو کر اس عالمانہ تقریر کو سنتے رہے۔

ایک تربیتی جلسہ بوقت شب

آج رات کو مسجد اقصیٰ میں ایک تربیتی جلسہ کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ اس کی صدارت محترم مولوی محمد سلیمان صاحب پراونشل امیر صوبہ بہار نے کی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی نے احباب جماعت خصوصاً بھارت کے احمدی دوستوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور بعد ازاں مکرم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے اپنی تقریر میں جماعت کے افراد کو تعلق باللہ پیدا کرنے کی طرف عمدہ پیرایہ میں توجہ دلائی۔ اور فرمایا کہ جب انسان صحیح رنگ میں خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتا ہے تو دنیوی اموال وغیرہ کو وہ بالکل حقیر جانتا ہے۔ اور خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کے لئے وہ ہر وقت تیار رہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ

زبذلِ مال در راہش کسے مفلس نمی گردد
خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

سب سے آخر میں محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے "برکاتِ خلافت" کے موضوع پر احباب سے خطاب فرمایا۔ اور مختلف واقعات بیان کر کے اس امر کو ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ کی تائید خلافت ثانیہ کو حاصل ہے۔ اور کتنے حیرت انگیز کام اس خلافت کے زمانہ میں تکمیل کو پہنچے۔ احباب جماعت کو خلافت کے ساتھ پوری وابستگی رکھنی چاہیئے۔ بعد دعا جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

مورخہ ۱۲؍ کو پاکستان سے آنے والے پچاس افراد جو بٹالہ اور قادیان کے درمیان شدید بارش کی وجہ سے ریل بند ہو جانے کی وجہ سے بٹالہ میں رک گئے تھے۔ رات کو نو بجے فون کے ذریعہ اطلاع ملنے پر تین درویشوں کو رات کے گیارہ بجے بٹالہ بھجوا دیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ قافلہ تانگوں پر اگلے روز صبح ۱۱½ بجے بفضلہ تعالیٰ خیریت کے ساتھ قادیان پہنچ گیا۔

جلسہ کا تیسرا دن

پہلا اجلاس۔ مورخہ ۱۴ر اکتوبر جلسہ کا تیسرا اور آخری دن تھا۔ آج کے پہلے اجلاس کی کارروائی محترم جناب میاں محمد یوسف صاحب سابق پرائیویٹ سیکرٹری کی صدارت میں صبح دس بجے شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد "احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں فرق" کے موضوع پر مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج دارالتبلیغ بمبئی نے آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ ہماری کتاب قرآن، ہمارا کلمہ۔ ہمارا قبلہ وغیرہ سب ایک ہی ہے۔ مگر دوسرے مسلمانوں نے اسلام کے مغز کو چھوڑ کر صرف چھلکے کو مضبوط پکڑ لیا ہے۔ مجبوبہ پرستی اور قصہ گوئیوں سے وہ اپنے دلوں کو تسلی دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ مگر ہماری جماعت خدا کے فضل سے عملی میدان میں ایک ایسا مقام حاصل کر چکی ہے جس کی دوست دشمن سب تعریف کرتے ہیں۔ اور جو کچھ تھوڑے ہی عرصہ میں تبلیغ کے ذریعہ جماعت احمدیہ نے کر دکھایا ہے وہ کروڑوں مسلمان اور درجنوں اسلامی حکومتیں بھی نہیں کر سکیں۔

اس کے بعد محترم مولوی غلام باری صاحب سیف نے "خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت" پر تقریر فرمائی۔ فاضل مقرر نے دنیا کے مختلف مذاہب اور انبیاء کے وجود کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کی بہت بڑی دلیل قرار دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ سب مذاہب موجود ہیں۔ اور یہ سب اپنے اپنے وقت میں سچے بھی تھے۔ تو خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ اگر انکار کیا جائے تو اس کے ساتھ ہی مذاہب کے جھوٹا ہونے کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانے کے فوائد بیان فرمائے۔ اور عقلی اور نقلی دلائل دیتے ہوئے قریباً ایک گھنٹہ تقریر فرمائی۔

بعد ازاں مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل نے "اسلام اور مسلمانوں کا ہندوستان پر اثر" کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ آپ نے مختلف تاریخی واقعات اور شواہد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ہندوستان کی تہذیب پر اسلامی تمدن کا ایک گہرا اور دیرپا اثر ہے۔ ہندوستان میں قرونِ اولیٰ میں اسلام کے پھیلنے اور مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں اسلام کی ترقی کے ذکر کے ساتھ تاج محل جیسی یادگار عمارت اور دہلی اور آگرہ کے مضبوط قلعوں اور وسیع مساجد کو ہندوستان کے لئے باعثِ فخر قرار دیا۔

دوسرا اجلاس۔ دوسرا اجلاس لاؤڈ سپیکر کی خرابی کی وجہ سے وقت مقررہ کی بجائے قریباً سوا تین بجے زیر صدارت محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد محترم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری ناظر تعلیم و تربیت قادیان نے "ہندو مسلم اتحاد" پر قریباً ایک گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا میری تقریر کا [illegible]

گیا ہے۔ اور اس کے موضوع کو بھی محدود کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ہماری جماعت صرف ہندو سکھ مسلم اتحاد کی قائل نہیں بلکہ ہم ساری قوموں اور ساری دنیا کا اتحاد چاہتے ہیں اور یہی احمدیت کی تعلیم ہے۔ اور یہی اسلام ہمیں سکھاتا ہے۔ ہمارا اصول یہ ہے —— ان من امة الا خلا فیھا نذیر یعنی ہر امت میں اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول بھیجے ہیں۔ اگر اس اصول کو ساری دنیا اختیار کرے تو سارا افتراق اور باہمی جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں اور ساری دنیا ایک سٹیج پر جمع ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر تعصب کو ختم کر کے ایک دوسرے کے مذاہب کی تعلیم کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو اس میں حسن کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا کیونکہ دنیا کے تمام مذاہب نے برائیوں سے روکنے اور نیکی اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے مگر افسوس ہے کہ آجکل مناظرانہ رنگ اختیار کر کے اور از راہ تعصب ایک دوسرے کے مذہب پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اس کے بعد محترم جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل پرنسپل جامعۃ المبشرین نے اپنی ایک گھنٹہ کی تقریر میں "برکات خلافت" کے موضوع پر نہایت ہی مدلل اور لطیف طور پر روشنی ڈالی۔ خلافت کا اسلامی نظریہ بیان کرنے کے بعد فاضل مقرر نے عہدِ خلافتِ ثانیہ کی بے شمار برکات کا تفصیل ذکر فرمایا۔ ۱۹۵۳ء کے ہولناک مظالم جو ہماری قلیل جماعت پر روا رکھے گئے اس وقت مولانا مودودی نے حضور کی خدمت میں یہ پیغام بھجوانے کی جسارت کی کہ یا تو خلیفہ صاحب اپنے عقائد کو بدل لیں اور یا اپنی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے لیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ اور الٰہی نصرت کے وہ وہ عظیم الشان نشانات ہماری جماعت نے دیکھے کہ وہ سب منظالم بھول گئے۔ اور حضور ایدہ اللہ نے جو یہ فرمایا تھا۔ کہ "میرا خدا میری طرف دوڑا آرہا ہے"۔ حرف بحرف اور نقطہ بہ نقطہ پورا ہوا۔ جس کا اعتراف شدید ترین دشمنوں نے بھی کیا۔ ان غیر معمولی مخالف حالات میں جب کہ ہماری جماعت کی حالت ایک بڑے سمندر میں بلبلے کی سی تھی۔ نظام خلافت کی برکات سے ہماری جماعت نہ صرف طوفانوں سے بچ گئی۔ بلکہ ترقی کی طرف قدم بڑھایا۔

فاضل مقرر نے نہایت مؤثر پیرایہ میں نظام خلافت کی برکات سے انجام پانے والے کارناموں کی تفصیل بیان فرمائی۔ مثلاً تحریک جدید۔ وقف زندگی، بیرونی مشنز۔ تعمیر مساجد۔ تفسیر کبیر۔ مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم۔ تقسیم ملک کے وقت جماعت کو صحیح سلامت نکال کر لے جانا۔ ربوہ کی شاندار آبادی وغیرہ کا ذکر فرمایا۔

اس کے بعد مکرم جناب سلیم حق جاوی صاحب نے اپنے قبول احمدیت کے حالات سنائے۔ آپ کی تقریر کا لہجہ انتہا پرسوز اور اس قدر مؤثر تھا کہ احمدی تو احمدی غیر مسلم معززین پر بھی اس کا بہت اثر ہوا۔

دعا و اختتام جلسہ

اس کے بعد دعاؤں کے تار اور خطوط سنائے گئے۔ اور صدارتی تقریر اور ایک لمبی رقت آمیز دعا کے ساتھ ہمارا جلسہ محض خدا کے فضل اور خلافت کی برکات سے بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ الحمد للہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جلسہ کو قادیان اور بیرونجات سے تشریف لانے والے احباب کے لئے بابرکت بنائے۔ اور ہمارے اگلے جلسوں کو اس سے بھی زیادہ کامیابی عطا فرمائے۔

شکریہ احباب

نظارت ہذا جلسہ پر تشریف لانیوالے تمام احمدی احباب اور غیر مسلم دوستوں کا شکریہ ادا کرتی ہے نیز منتظمین جلسہ مہمان نوازوں اور مقررین حضرات کی بھی تہ دل سے شاکر ہے کہ انہوں نے کافی محنت کر کے اور کافی وقت دے کر جلسہ کو کامیاب بنانے میں مخلصانہ کوشش فرمائی۔

جلسہ کے حفاظتی انتظامات کے لئے سرکاری طور پر جناب چودھری جھنڈا سنگھ صاحب ایس ڈی او ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ معین تھے آپ نے اچھا انتظام کیا اور جلسہ کے آخری دن بہ نفس نفیس شریک ہوئے علاوہ ازیں جناب گرگ صاحب (سابق آرایم بٹالہ) بھی تشریف لائے۔ علاوہ انچارج صاحب چوکی پولیس قادیان اور محکمہ بجلی اور میونسپلٹی نے بھی ہر طرح تعاون کیا ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

خلافت حیاتِ روحانی کے تسلسل کا ایک ذریعہ ہے

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی

کراچی کے ایک دوست نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی کو ایک خط لکھا تھا جس میں انہوں نے برکات خلافت کے متعلق اپنی ایک تقریر کا ذکر کیا تھا۔ اس پر حضرت میاں صاحب ممدوح کی طرف سے جو جواب بھجوایا گیا ہے وہ قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

خاکسار پرویز پرواڑی کلرک دفتر حفاظت مرکز ربوہ

خلافت کا نظام دراصل نبوت کے نظام کی فرع ہے یا اسے دوسرے لفظوں میں نبوت کا تتمہ کہہ سکتے ہیں۔ ہر نبی ایک عظیم الشان مقصد لے کر آتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ہر انسان کی زندگی خواہ نبی ہے یا غیر نبی محدود ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے کام کی تکمیل کے لئے خلافت کا نظام قائم فرمایا ہے تاکہ وہ نبی کے بعد سلسلہ خلفاء کے ذریعہ نبوت کے کام کو تکمیل تک پہنچائے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں خلافت کے نظام کو قدرتِ ثانیہ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ گویا نبوت خدا کی قدرتِ اولیٰ ہے اور خلافت خدا کی قدرتِ ثانیہ ہے۔ جس کے ذریعہ قدرتِ اولیٰ کے مقاصد کو تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے خلافت کے نظام میں اللہ تعالیٰ کی یہ لطیف حکمت مضمر ہے کہ بظاہر انتخاب مومنوں کی جماعت کرتی ہے۔ مگر تقدیر خدا کی چلتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے تصرف خاص سے مومنوں کے قلوب کو خلافت کے اہل شخص کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ گویا موجودہ اصطلاح میں کہہ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں خدا ... ... کا کام کرتا ہے۔ چنانچہ بخاری میں آتا ہے کہ جب اپنے مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ تمہارے والد کو اپنے پیچھے خلیفہ مقرر کر جاؤں۔ لیکن پھر میں نے اس خیال سے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ

یابی اللہ ویدفع المومنون

یعنی اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی نہیں ہوگا اور نہ ہی مومن کسی اور کی خلافت پر جمع ہوں گے۔ یہ مختصر سی حدیث اسلامی خلافت کے فلسفہ کی جان ہے اور اس سے یہ دوسرا سوال بھی حل ہو جاتا ہے۔ کہ خلیفہ معزول کیوں نہیں ہو سکتا کیونکہ جب خلیفہ کا تقرر دراصل خدا کے تصرف خاص کا نتیجہ ہوتا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اسے کوئی دوسری طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ

"خدا تجھے قمیص پہنائے گا اور منافق اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم ہرگز اس کے اتارنے پر راضی نہ ہونا"

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی خلافت کا ذکر آیا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے خلافت کو اپنی خاص مشیت کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ یہ ذکر قرآن مجید میں بارہ جگہ آیا ہے اور ان سب جگہ خدا نے بلا استثناء خلافت کو اپنی تقدیر خاص کی طرف منسوب فرمایا ہے۔

دراصل خلافت حیات روحانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے جس طرح کہ نکاح اور خاندانی نظامِ حیاتِ جسمانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے اگر نبوت کے بعد خلافت نہ ہو۔ تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ خدا نے ایک لہر پیدا کی اور پھر اسے چند سالوں کے بعد تباہ ہونے کے لئے چھوڑ دیا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار لکھا ہے کہ نبی تو ایک بیج بونے کے لئے آتا ہے اور پھر خدا اسے خلافت کے ذریعہ بڑھاتا اور پھیلاتا ہے۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

"میں تو ایک بیج بونے کے لئے آیا ہوں میرے ہاتھ سے وہ بیج بویا گیا اب وہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے"۔

مبارک ہیں وہ جو اپنے آپ کو اس بابرکت نظام سے وابستہ کرتے ہیں۔ اور بدقسمت ہیں وہ جو دنیاوی لالچ میں پھنس کر اس نعمتِ عظمیٰ سے روگردانی کرتے ہیں۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

زکوٰۃ کی ادائیگی مال کو پاکیزہ کرتی اور بڑھانے کا موجب ہوتی ہے۔

دیوالی اور دیوالہ

از مکرم خورشید احمد صاحب پربھاکر شاہجہانپور

دنیا میں زندہ رہنے والی قوموں کی زندگی کا ایک نمایاں نشان یہ بھی ہے کہ وہ اپنی قومی اور مذہبی روایات کو زندہ رکھنے کی کوشش کیا کرتی ہیں، آج بھی مغربی اقوام عہد ... کے قومی اور مذہبی تہوار مناتی ہیں۔ اسی طرح مشرقی اقوام بھی عموماً اپنے مذہبی تہواروں کو قدیم روایات کے مطابق مناتی چلی آرہی ہیں۔ ہمارے ملک بھارت دیس میں ہندو بھائی ہرسال "دیوالی" کا تہوار بڑے جوش و خروش اور عقیدت کے ساتھ مناتے ہیں۔ ہر گاؤں و قصبہ اور ہر شہر اپنے ذوق اور طاقت کے مطابق دیوالی کے پروگرام کو پورا کرتا ہے۔ دیوالی کا مبارک دن آ رہا ہے ایک عرصہ پہلے شری رامچندر جی مہاراج کے عظیم الشان معرکہ کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ شری رام چندر جی کی پیدائش سے لے کر فتح لنکا تک کے واقعات کو نقالی صورت میں (   ) ادا کر کے قوم کے سامنے "رام" کا عملی نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد شری رام چندر جی کے اجودھیا واپس آنے اور راج گدی پر بیٹھنے پر فطرتی خوشی کے پیش نظر چراغاں کیا جاتا ہے اس سارے پروگرام پر بھارت بھر میں لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اور اسے کوئی بھی فضول اور لغو کام شمار نہیں کرتا۔

درحقیقت "دیوالی" ایک بہت بڑی اور عظیم الشان خوشی کی یاد ہے۔ اس میں انسانوں کے لئے بہت سے سبق ہیں۔ ! اللہ تعالیٰ کا ایک پیارا اپنے باپ کے قول کو پورا کرنے کے لئے چودہ برس کا طویل عرصہ جنگلوں میں تکالیف اٹھاتے ہوئے گزارتا ہے۔ عورت ذات کی عصمت بچانے کے لئے راون جیسی فرعونی طاقت سے ٹکر لیتا ہے۔ اور اسے تباہ و برباد کر کے لنکا میں عدل و انصاف اور اخلاق عالیہ قائم کر کے فتح و ظفر کے ساتھ واپس اپنے وطن آتا ہے۔ یہ دیوالی آج سے پانچ ہزار سال پہلے کے اس واقعہ کی یاد ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کی ہستی اس کی بے مثال قدرت کاملہ اور زندہ خدا کا معجزہ دنیا نے دیکھا تھا۔

شری رام چندر جی دنیاوی افواج تیر و تفنگ اور گولہ بارود کے سامانوں سے خالی ہاتھ تھے۔ مگر خدا تعالیٰ ان کا تھا۔ اس نے کمزور کو طاقتور اور جابر راون پر فتح دی۔ کیونکہ ایشور کا یہ اٹل قانون ہے۔ کہ

لاغلبن انا و رسلی (مجادلہ ع)

خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے۔ کہ ہمیشہ ایشور اور اس کے رسول و اوتار ہی آخر کار فتحیاب ہوا کریں گے۔

پس ایشور نے اپنی قدیم سنت کے مطابق ایک بار پھر دنیا کو بتا دیا۔ کہ ایک قادر و قیوم خدا موجود ہے۔ جو اپنے بھگتوں کی مدد کیا کرتا ہے

(۲) عورت کی عزت کی کوئی قیمت نہیں مردوں کے بنائے ہوئے قانون کے نیچے وہ ہمیشہ پستی رہی۔ وہ اپنے آپ کو معصوم و مظلوم سمجھتی رہی۔ لیکن وہ خدائی قانون کے ماتحت "ماں" ہے اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ الجنۃ تحت اقدام امہاتکم (حدیث شریف) خدا تعالیٰ کے بندوں نے ہمیشہ عورت کو اس کا اصلی حق دلوایا۔ شری رام نے سنیاسی ہوتے ہوئے راون جیسے جابر بادشاہ سے ٹکر لی۔ اور معصوم عورت کو اس ظالم کے پنجہ سے آزاد کرایا اور اس طرح اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کی۔

دیوالی کے نام میں ہزاروں خوشیاں ہیں ہزاروں نیکی کے سبق ہیں۔ ہمارے وطنی بھائی اس دن کو اہتمام سے مناتے بھی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اکثر اسے ایک میلا سمجھتے ہیں اور بہت سے حقیقت سے ناآشنا رہتے ہیں۔ اور بعض تو دیوالی کے موقعہ پر اپنا دیوالہ ہی نکال بیٹھتے ہیں۔ اس موقعہ پر اکثر جوئے کا پروگرام بنایا جاتا ہے۔ شراب کے دور چلتے ہیں۔ کئی دوسرے حیاسوز افعال چپکے چپکے کرلئے جاتے ہیں

جنگ مہابھارت کا اصل سبب یہی جوا تھا۔ کوروؤں کے خلاف آج بھی کرشن بھگتوں اور دروپدی کی عزت دینے والوں کے خون کھولنے لگ جاتے ہیں۔ مگر آج بھی قوم میں ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں۔ جو مہابھارت کے جوئے والے منحوس واقعہ کی یاد تازہ کر جاتے ہیں۔

کانپور ۷ نومبر ۱۹۵۵ء کی خبر ہے "معلوم ہوا ہے کہ ایک جواری رام پرساد نے اپنی بیوی کو ایک سیٹھ کے پاس جوا کھیلنے کے لئے رہن رکھ دیا ہے۔ بتایا جاتا ہے۔ کہ جب وہ جوئے میں ہار گیا۔ تو اس نے پولیس کو اطلاع دی۔ کہ میں جوئے میں ہاری ہوئی رقم نہ دے سکا۔ اس لئے سیٹھ نے میری بیوی کو اڑھائی سو روپیہ کے عوض اپنے پاس رہن رکھ لیا ہے۔ پولیس نے چھاپہ مار کر رام پرساد کی بیوی کو برآمد کیا۔ اور سیٹھ کو تعزیرات ہند دفعہ ۳۴۷ کے تحت گرفتار کر لیا۔ پولیس والوں نے ابھی تک اس خبر کی تصدیق نہیں کی"

(اخبار سیاست جلد ۷ نمبر ۱۳۷۔ ۱۰ نومبر ۱۹۵۵ء)

قومی روایات اور مذہبی تہواروں کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے۔ کہ ان سے آئندہ نسل کی تعمیر ہوسکے۔ اسلاف کی نیکیاں حتیٰ کہ ان کی غلطیاں بھی بعد میں آنے والوں کی ہدایت اور کامیابی کا موجب بن سکتی ہیں بشرطیکہ نیک باتوں کو اپناتے چلے جائیں اور کمزوریوں سے کنارہ کش ہوتے چلے جائیں۔ اگرچہ صحیح معنوں میں منائی جانے والی دیوالی موجب مسرت ہے۔ وعدوں کو پورا کرنے والدین کی اطاعت، عدل و انصاف، اخلاق فاضلہ کا مظاہرہ کرنے کی طرف توجہ دلانے کا ذریعہ ہے۔ مگر قوم پر افسوس ہے کہ اس موقعہ پر اس کے اخلاق کا دیوالہ، مال کا دیوالہ اور غیرت کا دیوالہ نکلتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے دوری روحانیت سے دوری اور اخلاق سے دوری ہو جاتی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ قوم کو پھر بھی کسی مصلح اور رہبر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور سری ... نے اوتار کا آنا ... دیتے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

خدا کے بندے — قادیان کے درویش

از مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد احمدی

(ذیل کی نظم قادیان کے جلسہ سالانہ میں مورخہ ۱۴ دسمبر ۵۶ء کو پہلے اجلاس میں سنائی گئی (ایڈیٹر))

خدا کے بندے خدا کے بلائے بیٹھے ہیں
درِ حبیب پہ دھونی رمائے بیٹھے ہیں

اُسی کی ذات پر ان کو یقین کامل ہے
اسی کے فضل پہ آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں

کیا ہے دین کو مقدم انہوں نے دنیا پر
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹائے بیٹھے ہیں

رہیں گے زندہ قیامت تلک جو مر کر بھی
یہ اپنے مقصدِ عالی کو پائے بیٹھے ہیں

جہاں میں رہتے ہیں بیگانہ جہاں بن کر
یہ اپنے یار سے ہی لو لگائے بیٹھے ہیں

نہ یاد ان کو "اقارب" نہ "مال و زر" اپنے
خدا کے عشق میں سب کچھ بھلائے بیٹھے ہیں

ہے ان کا "مقصدِ واحد" اطاعتِ آقا
اسی کے حکم سے گردن جھکائے بیٹھے ہیں

فرشتے اُن پہ ہمیشہ سلام بھیجیں گے
جو قادیان کو "مسکن" بنائے بیٹھے ہیں

سپرد ان کے شعائر کی پاسبانی ہے
سپر خدا کے کرم کو بنائے بیٹھے ہیں

خدا کے دین کی خدمت میں بن گئے "درویش"
وہ اس کے نام کی عظمت بڑھائے بیٹھے ہیں

فضائیں ان کی اذانوں سے گونج اٹھتی ہیں
وقارِ دینِ محمد دکھائے بیٹھے ہیں

قلوب ان کے منور ہیں نورِ ایماں سے
چراغ "ذکرِ الٰہی" جلائے بیٹھے ہیں

یہ جان رکھ کے ہتھیلی پہ دین کی خاطر
ستمِ زمانے کے سارے اٹھائے بیٹھے ہیں

دیارِ حضرتِ مہدی کے ساکنین یہاں
"خدا کے پیارے" کی بستی بسائے بیٹھے ہیں

دعا ہے تجھ سے خدایا یہ شادمان رہیں
جو قادیان میں ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں

غیر معمولی آفات کے اسباب (بقیہ صفحہ ۱)

اس کی صفت رحمانیت انہیں ان کی غلط کاریوں کی نسبت ہوشیار کر دیتی ہے جیسا کہ وہ اپنی غیر متبدل کلام میں فرماتا ہے۔ ماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً (بنی اسرائیل ع۲)

پس یہ تو سچ ہے کہ مخلوق کی طرف سے عبدیت میں مسلسل اور بے شمار کوتاہیاں ہی یہ وبالی لائی ہیں۔

مگر یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کہ مخلوق کی کوتاہیاں خدا کی ربوبیت عامہ کی راہ میں روک ثابت ہو رہی ہیں۔

اس لئے کہ قرآنی وعدہ کے مطابق اس کی ربوبیت زیادہ نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اس وقت وہ نا عذاب دینے والا خدا ہی نہیں رہتا بلکہ اپنی مخلوق کو صحیح راہ دکھانے والا بھی قرار پاتا ہے۔

پس مبارک ہے وہ شخص جو آفات و مصائب کو دیکھ کر قرآنی وعدہ کے مطابق اس مرسل ربانی کی تلاش میں نکل ...

رپورٹ کارگذاری جلسہ سالانہ مستورات قادیان

منعقدہ ۲۵-۱۲۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء

(از محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان)

جماعت احمدیہ کا پینسٹھواں جلسہ سالانہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ مستورات کے لئے جلسہ کا انتظام بوجہ بارش پہلے دن مسجد مبارک میں اور باقی دو دن مکرم مولوی عبد المغنی صاحب کے مکان سے ملحقہ چار دیواری کے اندر کیا گیا۔ جلسہ کے تین دنوں میں یعنی ۱۲ر اکتوبر اور ۱۴ر اکتوبر کو مردانہ پروگرام لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ زنانہ جلسہ گاہ میں سنا گیا۔ اور ۱۳ر اکتوبر کو مستورات کے لئے اپنا علیحدہ پروگرام تھا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

پہلا اجلاس

۱۳ر اکتوبر بروز ہفتہ صبح ساڑھے دس بجے زیر صدارت محترمہ بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب جلسہ کے پہلے اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد محترمہ شوکت صاحبہ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کا اعلان جو دعا کے تعلق الفضل میں نکلتا رہا تھا مستورات کو سنا کر دعاؤں اور ذکر الہٰی کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔

مولانا ابو العطاء صاحب کی تقریر

اس کے بعد مکرم مولوی ابو العطاء صاحب نے مستورات کی جلسہ گاہ میں تشریف لاکر پردہ کے انتظام سے تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے نسل انسانی کو مختلف رنگ میں پیدا کیا۔ تا کہ ہر ایک اپنے ... میں ترقی کر سکے۔ اور ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے کام کے متعلق جوابدہ ہوں گے مذہب میں مرد و عورت کے لئے یکساں درجات رکھے گئے ہیں۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے نیک مردوں سے ہمکلام ہوتا ہے اسی طرح نیک عورتوں سے بھی ہمکلام ہوتا ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد جزا و سزا کا دن ہوگا۔ اور یہ عقیدہ دوسرے مذاہب میں بھی ہے۔ اسی کا نام جنت و دوزخ رکھا گیا ہے۔ جو نیک کام کرے گا مرنے کے بعد اس کو دائمی جنت ملے گی۔ پھر نسل انسانی کی سب سے بڑی ذمہ داری عورت پر ہے۔ اسلام قرآن مجید اور پیغمبر اسلام نے اسی طرف توجہ دلائی ہے کہ عورتیں اس ذمہ داری کو سامنے رکھ کر اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ نیک ماں جو بچے کی نیک تربیت کرتی ہے جب تک اس کا بچہ دنیا میں نیکی کا پیغام دیتا اور نیک کام کرتا رہے۔ اس وقت تک ماں اور بچے کے اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اگر مسلمان عورتیں اپنا فرض سمجھیں تو وہ اپنے گھر کو جنت بنا سکتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی مسلمان خواتین نے بہت بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ ہمارے ملک کی ترقی میں یہی روک ہے کہ عورتیں تعلیم حاصل نہیں کرتیں۔ ہماری بہنیں اگر علم سیکھیں تو وہ تبلیغ اسلام کے میدان میں بہت ترقی کر سکتی ہیں۔ اور یہ کام ماؤں کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے کہ وہ صحیح تربیت کریں۔ اور دین اور دنیا کے علوم سکھائیں۔ خود دینی علوم میں اچھی طرح واقفیت پیدا کریں۔ پرہیزگاری کی زندگی اختیار کریں۔ اور اسلامی احکام پر پورا عمل کریں۔ آپ نے فرمایا:۔

ہمارے لئے نظام مقرر ہے۔ ہمارے لئے خلیفہ مقرر ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ان کی کامل اطاعت کریں۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے ہمیں دین اسلام میں پیدا کیا۔ اور پھر دار الامان میں اکٹھے ہونے کی توفیق دی۔ پس ہمیں چاہیئے کہ دین کے لئے اپنی زندگیاں خرچ کریں تاکہ آخرت میں نیک پھل ملے۔ اور اپنے بعد ایسی اولاد چھوڑیں جو دین کے لئے نیک نمونہ ہو۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ عورتیں صحیح رنگ میں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں۔

پھر محترمہ مبارکہ بیگم اہلیہ بشیر احمد صاحب حافظ آبادی نے احمدی خواتین کی ذمہ داریوں پر تقریر کی۔ جماعتی اور گھر کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلا کر بتایا کہ ہمارے عقائد وہی ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائے اور کر کے دکھائے۔ پس ہمارے عقائد درست ہونے چاہئیں۔ ... ہمیں چاہیئے کہ ہم نمازوں کو ... روزے رکھیں۔ اموال میں سے خرچ کریں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتوں نے ثابت کر دیا کہ انہوں نے اپنے خالق کو پہچانا ہے۔ اور پھر اس پر عمل کر کے دکھایا۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی عملی زندگی سے اولاد میں وہ روح پیدا کر دیں۔ جو آئندہ ہمارے لئے ترقی کا موجب ہو۔

دوسرا اجلاس

دوسرا اجلاس زیر صدارت محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ پونے تین بجے بعد دوپہر شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور نظم خوانی کے بعد محترمہ خورشید بیگم صاحبہ اہلیہ ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب نے اسلام میں پردہ پر مضمون پڑھا۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ پردہ کا اسلام میں نہایت ہی سختی سے حکم ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ پردہ کا دستور بہت پرانا ہے۔ گو طریقے مختلف ہوتے رہے ہیں۔ اسلام نے پردہ عورتوں کے فرائض میں داخل کر دیا ہے۔ اور ساتھ ہی ما ظہر منھا کہہ کر اس کی شدت کو بھی دور کر دیا ہے۔ بعدہٗ ناصرات الاحمدیہ کی ممبر بچیوں نے مل کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی درازیٔ عمر کے لئے دعائیہ نظم پڑھی۔ پھر محترمہ صادقہ خاتون صاحبہ اہلیہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل نے احمدیت یعنی اسلام پر تقریر کی۔ آپ نے بتایا کہ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام اکناف عالم میں صلح و آشتی پھیلانے والا ہے۔ ہر مذہب اپنے اپنے وقت پر سچا تھا۔ لیکن وہ خاص قوم اور خاص وقت کے لئے تھا۔ لیکن اسلام ایک ابدی مذہب ہے۔ اس کا درخت تیرہ سو سال سے پھل دے رہا ہے اور دیتا رہے گا۔ اس کے بعد مذہب کی تمام صفات پر روشنی ڈالتے ہوئے اور مذہب کے صحیح عقائد بتلاتے ہوئے بتایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس زمانہ میں کامل اور سچا مذہب ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میں عیسائیوں کے لئے مسیح، ہندوؤں کے لئے اوتار اور مسلمانوں کے لئے مہدی ہوں۔ نیز گرو بابا نانکؒ کی پیشگوئی کا ذکر کیا۔ اور ثابت کیا کہ اسلام ہی ہمیشہ زندہ رہنے والا اور سچا مذہب ہے۔ پھر محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ سکندر آبادی نے خوش الحانی سے نظم پڑھی۔

اس کے بعد محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم خلیل احمد صاحب نے مسلمان عورتوں کے کارناموں کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے تاریخ کے حوالجات سے بتلایا کہ قبل از اسلام عورتوں کو سوسائٹی میں کوئی جگہ نہ دی جاتی تھی عورت جوئے میں ہاری گئی۔ بیچی گئی۔ اور شرم کے مارے زمین میں زندہ گاڑی گئی۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر عورت کو اس کا صحیح مقام عطا کیا۔ آپ نے ایک سے زیادہ بیویاں کیں۔ تا کہ عورتوں کو حسن معاشرت کا عملی نمونہ دکھا سکیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضؓ کے متعلق آپ نے فرمایا کہ آدھا دین عائشہ رضؓ سے سیکھو۔ پھر حضرت خدیجہ رضؓ حضرت عائشہ رضؓ حضرت ام سلمہ رضؓ حضرت فاطمہ رضؓ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضؓ حضرت خنساءؓ حضرت فروہ رضؓ اور حضرت رابعہ بصری رحؒ کے کارنامے بیان کئے اور بتایا کہ کس طرح مسلم خواتین نے اپنی زندگی میں اسلام کی خاطر بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے۔ آخر میں حضرت ام المومنینؓ کی سوانح حیات پر روشنی ڈالتے ہوئے تاکید کی ہمیں بھی چاہیئے کہ مسلمان خواتین کے کارناموں سے سبق حاصل کریں۔ اور ان کی تقلید کی کوشش کریں۔ پھر آخر میں محترمہ امۃ الرشید صاحبہ شوکت نے محترمہ صدر صاحبہ کی طرف سے خواتین کا شکریہ ادا کیا۔ اور قادیان کی مستورات کی قربانی کی تعریف فرمائی۔ پھر موجودہ فتنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ جس طرح پہلے زمانہ میں منافقین کو ناکامی ہوئی۔ خدا تعالیٰ اب بھی اولو العزم خلیفہ کے مقابل پر انہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔ خدا تعالیٰ کی نصرت ہر حال میں اس مامور کے شامل حال رہی اور انشاء اللہ رہے گی۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ جلسہ کے مبارک ایام میں خصوصیت سے دعاؤں پر زور دیں اور تبلیغ پر بھی زور دیں تا احمدیت تمام دنیا میں جلد از جلد ترقی کرے۔

دعا کے بعد ساڑھے پانچ بجے جلسہ برخاست ہوا۔ تعداد حاضری چار سَو کے قریب رہی۔ جس میں غیر مسلم خواتین بھی شامل تھیں۔ اُن میں ہندی اور گورمکھی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ خدا تعالیٰ انہیں پڑھنے اور غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نواب عبد الرحمٰن خان صاحب کی وفات (بقیہ صفحہ ۱)

قادیان ۲۶ر اکتوبر۔ افسوس نواب عبد الرحمٰن خان صاحب ابن حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کل ڈیڑھ بجے مالیر کوٹلہ میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مورخہ ۱۷ر اکتوبر کو نواب صاحب کی بیماری کا تار موصول ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے تھے اور بعد وفات ۲۶ر اکتوبر کو واپس تشریف لے آئے۔

قرآن کریم حفظ کرنے کا نہایت آسان طریق اور ایک مبارک تحریک

(از حکیم عبداللطیف صاحب شاہد تاجر کتب عالی مقیم قادیان)

اللہ تعالیٰ کی پاک کلام کو یاد کر کے پھر اپنی پنجوقتہ نمازوں اور نوافل تہجد میں پڑھنا اللہ تعالیٰ کا ایک بیش بہا روحانی انعام ہے جس کے ثواب اور برکات کا اندازہ کوئی انسان نہیں لگا سکتا۔ اگر احباب جماعت اور درویشان قادیان تھوڑی سی توجہ اس کے لئے دیں تو یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہو سکتی ہے اور ہر احمدی دوست اس سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے (خواہ آپ دکاندار ہیں۔ تاجر ہیں۔ کلرک ہیں۔ طالب علم ہیں یا کسی محکمہ کے انچارج ہیں)۔ عمر کے کسی دور سے گذر رہے ہیں۔ فرصت اور فراغت کے بیس تیس منٹ اس مبارک کام کے لئے روزانہ نکالیں اور اس میں قرآن کریم کے ابتداء سے جس قدر آپ آسانی سے حفظ کر سکتے ہیں۔ اس آدھ گھنٹہ یا کم و بیش وقت میں یاد کریں ہر ایک احمدی بھائی اس بات کو بطیب خاطر صدر تسلیم کرے گا کہ کمزور سے کمزور حافظہ والا بھی آدھ گھنٹہ میں سورۂ اخلاص یا کم از کم سورۂ کوثر کے برابر قرآن کریم یاد کر سکتا ہے۔ حفظ کرنے کا بہترین وقت صبح کی نماز کے بعد ہے یا پھر جس وقت بھی آپ کو فرصت اور فراغت ہو آپ جس قدر بھی یاد کر سکیں اور پھر اس حفظ کردہ حصہ کو اُس روز کی پانچ نمازوں میں پڑھیں۔ تہجد کے نوافل میں بھی اسی حفظ کردہ کو تلاوت کریں اگر فجر کی نماز کے بعد آپ کو حفظ کرنے کا موقعہ ملا ہے تو دن کے وقت بھی کبھی کبھی اس کو دُہرایا کریں۔ اور رات کو سونے سے پہلے کم از کم دس بار ضرور دہرائیں اور آٹھ پہر یعنی چوبیس گھنٹوں میں اپنی نمازوں کے اندر اس حفظ کردہ حصہ قرآن کریم کو پچیس بار ضرور پڑھیں اگر آپ پانچوں نمازیں جماعت سے ادا کریں تو پھر ظہر کی چھ سنتوں شام کی دو سنتوں عشاء کی دو سنتوں اور تین وتروں اور پھر تہجد کے گیارہ نوافل اور پھر فجر کی دو سنتوں کل چھبیس رکعتوں میں ایک ایک بار پڑھ کر دن رات میں کم از کم پچیس بار دہرا سکتے ہیں۔ اگر جماعت سے رہ جاویں تو پھر فرض نمازوں میں نیز ظہر اور عصر کے فرضوں میں بھی دہرا پڑھ سکتے ہیں۔ جب آپ ایک بار پورے عزم کے ساتھ اس کام کو شروع کر دیں گے۔ تو پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے خود کئی راستے حفظ قرآن پاک کے سوجھتے چلے جاویں گے۔ اور آپ کا دل بے حد روحانی مسرت سے لبریز ہو جائے گا۔ اور آپ کی روح خوشی سے جھوم اُٹھے گی۔ اللہ تعالیٰ سے محبت و عشق میں اضافہ اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ اور نمازوں میں لطف و سرور پیدا ہو جائے گا۔ قرآن پاک سے تعلق بڑھتا چلا جائے گا۔ دعاؤں کی قبولیت کا دروازہ کھل جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ جب آپ ایک بار اس مبارک کام کی ابتداء کریں تو پھر استقلال سے اس کو جاری رکھیں اگر کسی دن ناغہ ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ پچھلے حفظ کردہ کو اگر آپ دہرا سکیں تو فبہا ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے صرف روزانہ نیا حصہ یاد کر کے اُسے اپنی نمازوں میں کم از کم پچیس بار دہرانا ہے۔ جب آپ اس طرح حفظ قرآن مجید کا ایک دور ختم کریں گے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی نمازوں میں پچیس بار قرآن پاک کو ختم کر چکے ہوں گے اور اسی طرح کئی دور ختم کر کے صدہا بار قرآن کریم کو نمازیں پڑھ سکیں گے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

درخواست ہائے دعا

(۱) میری والدہ کے ربوہ میں چند روز سے تشویشناک طور پر بیمار ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ تمام احباب سے والدہ محترمہ کی کامل شفایابی کے لئے عاجزانہ دعا کی درخواست کرتا ہوں

(محمد حفیظ بقاپوری)

(۲) ہمارے ایک نہایت ہی مخلص احمدی بھائی سائیں دتہ صاحب کو کارخانہ میں کام کرتے ہوئے سخت چوٹ لگی جس کی وجہ سے ان کا نصف دایاں ہاتھ الگ کر دیا گیا۔ موصوف اس وقت ٹاٹا کمپنی کے بڑے ہسپتال میں زیر علاج ہیں احباب انکی صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار عبدالمجید امیر جماعت احمدیہ جمشید پور

(۳) میری اہلیہ آمنہ خاتون عرصہ چار ماہ سے مختلف عوارض میں مبتلا ہے کمزور بے حد ہو گئی ہے اور اب تو بیماری کے مقابلہ کی طاقت بھی جاتی رہی ہے۔ نہایت عاجزانہ طور پر ملتجی ہوں کہ احباب جماعت دعا فرمائیں کہ مولا کریم مریضہ کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرما دے اور میری تمام پریشانیاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دور کر دے آمین۔ خاکسار سید بدرالدین احمد عفی عنہ از کلکتہ

رسالہ منصب خلافت کے امتحان میں التواء

منصب خلافت سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ۱۹۱۴ء کی تقریر دلپذیر ہے۔ موجودہ حالات اور ضروریات کا لحاظ کر کے نظارت ہذا نے اس کتاب لاجواب کے امتحان میں شرکت کرنے کے لئے ہندوستان کی جماعتوں کو دعوت دی تھی۔ چونکہ ابھی تک جماعتوں کی طرف سے شرکت امتحان کی بہت کم فہرستیں آئی ہیں۔ اس وجہ سے اور نیز دیگر مصالح کی وجہ سے اب بجائے ۱۱ر نومبر کے ۲۰ر جنوری امتحان کی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ صرف ۴۶ صفحات پر یہ رسالہ مشتمل ہے وقت کافی ہے تمام جماعتوں کے پریذیڈنٹ صاحبان۔ اُمراء اور سیکرٹریان سے درخواست کی جاتی ہے کہ کوشش کے ساتھ تمام افراد جماعت کو اس امتحان میں شرکت کے لئے تیار کریں اور مکمل فہرست نظارت ہذا میں جلد بھیج کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ہندوستان کے دوستوں کے علاوہ اگر پاکستان کے احباب بھی چاہیں تو اس کتاب کے امتحان میں شرکت کر سکتے ہیں۔

نوٹ:۔ کتاب منصب خلافت صرف دو آنہ میں عبدالعظیم صاحب تاجر کتب قادیان سے طلب کریں۔

خاکسار ناظر تعلیم و تربیت قادیان

بھارت میں ریاستوں کی تنظیم نو

یکم نومبر سے موجودہ صوبوں اور ریاستوں کو ختم کر کے بھارت ملک مندرجہ ذیل چودہ ریاستوں میں منقسم ہو گا۔ (البتہ ہماچل پردیش منی پور۔ تریپورہ، انڈیمان، نکوبار۔ لکا دیپ اور مین دیو کے جزائر کا نظم و نسق مرکز کے ہاتھ میں ہو گا)
چودہ ریاستوں کے رقبہ اور آبادی کا نقشہ اس طرح ہے:۔

نام ریاست	رقبہ مربع میلوں میں	آبادی
(۱) آندھرا پردیش	۱۱۰۲۵۰	۳ کروڑ ۲۲ لاکھ
(۲) آسام	۸۴۹۲۴	۹۰ لاکھ
(۳) بہار	قریباً ۶۷۸۳۰	قریباً ۳ کروڑ ۸۹ لاکھ ۲۰ ہزار
(۴) بمبئی	۱۸۸۲۴۰	۴ کروڑ ۷۸ لاکھ
(۵) جموں و کشمیر	۹۲۷۸۰	۴۴ لاکھ
(۶) کیرالہ	۱۴۹۸۰	۱ کروڑ ۳۶ لاکھ
(۷) مدھیہ پردیش	۱۷۱۲۰۰	۲ کروڑ ۴۱ لاکھ
(۸) مدراس	۵۰۱۷۰	۳ کروڑ
(۹) میسور	۷۲۷۲۰	۱ کروڑ ۹۰ لاکھ
(۱۰) اڑیسہ	۶۰۱۴۰	۱ کروڑ ۴۶ لاکھ
(۱۱) پنجاب	۴۶۶۱۶	۱ کروڑ ۶۰ لاکھ
(۱۲) راجستھان	۱۳۲۳۰۰	۱ کروڑ ۶۰ لاکھ
(۱۳) اترپردیش	۱۱۳۴۱۰	۶ کروڑ ۳۲ لاکھ
(۱۴) مغربی بنگال	قریباً ۳۳۲۷۹	قریباً ۲ کروڑ ۶۱ لاکھ ۶۰ ہزار

ضروری تصحیح

دفتر ہذا کی طرف سے اخبار بدر مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء کے پرچہ میں منسوخی وصایا کا اعلان چھپا ہے۔ اس کو پڑھنے سے ایک غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ "بوجہ اخراج از جماعت" کا نوٹ صرف نمبر ۶ اور ۷ کے متعلق ہے نمبر ۱ تا ۵ کی وصایا بوجہ بقایا زائد از چھ ماہ منسوخ ہوئی ہیں۔ احباب درست فرمالیں۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

پنجاب اور پیپسو کا ادغام

ہندوستان میں ریاستوں کی تنظیم نو کے ماتحت پنجاب اور پیپسو کو مدغم کرکے ایک بڑی ریاست بنا دیا گیا ہے جس کا نفاذ یکم نومبر سے ہو چکا ہے۔ اس موقعہ پر جناب گورنر صاحب اور چیف منسٹر پنجاب کی طرف سے جو پیغامات جاری ہوئے ان کے ضروری اقتباسات افادۂ احباب کے لئے شائع کئے جاتے ہیں (ایڈیٹر)

گورنر پنجاب کا پیغام

پنجاب اور پیپسو کے ادغام کے موقع پر مسٹر سی۔ پی۔ این۔ سنگھ گورنر پنجاب نے اپنے جاری کردہ پیغام میں فرمایا:۔

یکم نومبر کو ہم ہندوستان کی تاریخ کے ایک نئے دور میں قدم رکھ رہے ہیں۔ ہندوستان کی ریاستیں ایک نئے اور بہتر سانچے میں ڈھل جائیں گی اور ان میں پرانے امتیازات ختم ہو جائیں گے۔

اس ڈھانچے کو بنانے کے سلسلہ میں کافی غم و غصہ کا اظہار کیا گیا اور مشتعل جذبات سے کام لیا گیا اسے آخری صورت دینے کے لئے کافی غور و خوض کرنا پڑا۔ ہر ایک کو مطمئن کرنا ناممکن سی بات ہے تاہم ہمیں اسسبات کا فخر ہے کہ ہم ایک نہایت پیچیدار اور متنازع مسئلہ کو نہایت خوش اسلوبی اور غیر جانبداری سے سلجھانے میں کامیاب رہے ہیں۔ ہماری آنے والی نسلیں بجا طور پر فخر کر سکتی ہیں۔ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ مختلف مسئلوں پر اختلاف رائے کے باوجود ہم پنجاب اور پیپسو کے ادغام کے معاملہ پر ہمیشہ متفق رہے ہیں اس سے مستقبل کے لئے بھی اُمید بندھ جاتی ہے۔

ادغام کا فائدہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

یہ ادغام محض انتظامیہ سہولیات کی وجہ سے بروئے کار نہیں لایا گیا بلکہ ترقی سے متعلق مختلف پلانوں کو پورا کرنے کے لئے ایسا کرنا اشد ضروری تھا۔ ترقی کے موجودہ دور میں چھوٹے چھوٹے یونٹوں سے کام نہیں چل سکتا۔ اس سے اخراجات میں اضافہ ہوتا ہے اور محنت بھی ضائع جاتی ہے ہمارے پلان تبھی پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں۔ اگر ہم پورے جوش و خروش اور تن دہی سے کام کریں۔ مجھے امید ہے کہ ہم سب اسسبات کو دھیان میں رکھیں گے۔

آخر پر آپ نے ان الفاظ میں اپیل کی:۔

مجھے معلوم ہے کہ ہمارے کچھ بھائی موجودہ نقشہ سے خوش نہیں ہیں۔ اُن سے میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اب گذشتہ مرحلے کو بھول جائیں اور جمہوریت کے فیصلہ کو قبول کریں۔ ہمارے سامنے جو مسائل ہیں اُن کو حل کرنے کے لئے ریاست کے ہر شہری کا رضاکارانہ تعاون نہایت ضروری ہے۔

چیف منسٹر پنجاب کا پیغام

سردار پرتاپ سنگھ کیروں، چیف منسٹر پنجاب نے پنجاب اور پیپسو کے ادغام کے موقعہ پر اپنے جاری کردہ پیغام میں فرمایا:۔

یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو پنجاب میں ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔ پنجاب اور پیپسو کے ادغام سے ہمارے برسوں پرانے خواب پورے ہوں گے اور اُمیدیں بر آئیں گی۔

آپ نے فرمایا:۔

پنجاب اور پیپسو کو ملا کر ایک یونٹ قائم کرنے کا فیصلہ ریاستوں کی سیاسی اور انتظامیہ حد بندی سے متعلقہ قومی پلان کا ایک حصہ ہے۔ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر نئے پنجاب کا قیام ہندوستان کی سماجی، سیاسی اور کلچرل زندگی کو تقویت بخشے گا۔ اسی لئے آج مختلف مسائل کا سامنا کرتے ہوئے مجھے چنداں دقت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجھے اپنے ہم وطن ساتھیوں پر پورا پورا اعتماد ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس ریاست میں تعمیر کے بھاری کام میں مجھے اپنا کامل تعاون دیں گے۔

آپ نے اپنے آئندہ عزائم کا ذکر کرتے ہوئے کہا:۔

یہ ہماری دلی خواہش ہے کہ آئندہ عام انتخابات آزادانہ منصفانہ اور پُرامن طریقہ سے ہوں۔ حکومت اسسبات کا پورا پورا خیال رکھے گی کہ عوام اپنے ووٹ دینے کے حق کا مکمل اور آزادانہ استعمال کر سکیں قیام امن اور بہبودیٔ عامہ کا خاص طور پر دھیان رکھا جائے گا۔ مزدور طبقہ، کسان ہریجن، پسماندہ جماعتیں اور پسماندہ رقبہ جات ہماری خاص توجہ کا مرکز بنے رہیں گے۔

آخر میں آپ نے پنجاب کے عوام کو اس موقعہ پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے انہیں یقین دلایا کہ میں اور میرے ساتھی پورے خلوص اور تندہی کے ساتھ اپنے آپ کو مادرِ وطن کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گے ؎

آج خدمتِ دین کا واحد ذریعہ یہی ہے ۔ کہ

احباب جماعت اپنے بجٹ کی پوزیشن کو گرنے سے بچائیں کیونکہ صدر انجمن احمدیہ کے تمام کاروبار کا مدار صرف آپ کے موعودہ کے پورا کرنے پر منحصر ہے اور جو اس سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ جیسے دیگر ضروریات زندگی کا پورا کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون "یعنی جب تک تم اپنی عزیز ترین اشیاء اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے تب تک تم نیکی کو نہیں پا سکتے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا تاکیدی ارشاد ہے کہ ...... تم میں سے ہر ایک کو ...... تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو بھی چندوں کی اہمیت سے خبردار کرو! اور ہر ایک کمزور بھائی کو بھی چندوں میں شامل کرو۔ یہ موقعہ پھر ہاتھ آنے کا نہیں ہے۔ موجودہ مالی سال کا نصف حصہ گذر چکا ہے اور چندوں کی موجودہ رفتار نسبتی بجٹ کے مقابل پر تسلی بخش نہیں ہے۔ اور متعدد جماعتیں ایسی ہیں کہ جن کی وصولی برائے نام ہوئی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ جملہ عہدہ داران و احباب جماعت اپنی ذمہ داریوں کا صحیح احساس کرتے ہوئے عملی طور پر فرض شناسی کا ثبوت دیں تا آخر مالی سال تک جماعتوں کے بجٹ کی سو فیصدی وصولی کی صورت پیدا ہو سکے۔ (خاکسار ناظر بیت المال قادیان)

اخبار الفضل کا

خلافتِ ثانیہ جوبلی نمبر

خلافتِ حقہ ثانیہ کی ۲۵ سالہ جوبلی ۱۹۳۹ء میں منائی گئی تھی۔ اس موقعہ پر الفضل نے اپنا خلافتِ ثانیہ جوبلی نمبر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۹ء کو شائع کیا تھا۔

یہ نمبر تیس نہایت قیمتی اور بصیرت افروز مضامین سات نظموں اور متعدد تصاویر پر مشتمل ہے اور ۱۰۶ صفحات کا ہے۔ یوں تو خدا کے فضل سے اب گولڈن جوبلی کے ایام بھی قریب ہیں (اور پھر ڈائمنڈ جوبلی بھی اللہ تعالیٰ دکھائے گا) اور اس لحاظ سے یہ نمبر بظاہر بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن الفضل کے اس نمبر میں خلافتِ حقہ کے متعلق جو مضامین علماء و بزرگانِ سلسلہ کے ہیں وہ آج بھی ایمانوں کو تازگی بخشتے ہیں بالخصوص موجودہ فتنہ کے ایام میں ان مضامین کا پڑھنا ضروری ہے۔

یہ نمبر ہمارے پاس کافی تعداد میں موجود ہے اس کی ضخامت کے مقابلہ میں قیمت بہت کم رکھی گئی ہے یعنی صرف چار آنہ فی کاپی۔ پاکستانی دوست دفتر محاسب ربوہ میں نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان کی امانت میں اور ہندوستانی احباب براہ راست دفتر محاسب قادیان میں رقوم بھجوا کر آرڈر دیں۔ ڈاک کے اخراجات اس قیمت سے علاوہ ہوں گے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان